افتتاح بخاری وختم بخاری

حدیث پڑھنے اور فارغ ہونے والے طلبا کے لئے چند اہم نصیحتیں

افادات

حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہٗ

جمع وترتیب

محمد زید مظاہری ندوی

استاد حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ناشر

ادارہ افادات اشرفیہ، دوبگا ہردوئی روڈ، لکھنؤ

باراوّل

جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ

نام کتاب	:	افتتاح بخاری وختم بخاری
افادات	:	حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ
جمع وترتیب	:	محمد زید مظاہری ندوی
صفحات	:	۱۲۰
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰
طباعت	:	
قیمت	:	

ویب سائٹ............www.alislahonline.com

ملنے کے پتے:

- ☆ دیوبند وسہارن پور کے تمام کتب خانے
- ☆ طوبیٰ بک ڈپو، ندوی منزل، ندوہ روڈ لکھنؤ:9871302976
- ☆ مکتبہ ندویہ، ندوۃ العلماء، ٹیگور مارگ، لکھنؤ، فون نمبر:0522-2741225
- ☆ الفرقان بک ڈپو، نیا گاؤں (مغربی) لکھنؤ، فون نمبر:0522-6535664
- ☆ مکتبہ رحمانیہ، ہتھورا، باندہ

فہرست

باب ۲

باب ۳

باب ۴

باب ۵

فصل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

از حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی دامت برکاتہم

ناظم ندوۃ العلماء لکھنو

اسلامی دنیا میں قرآن مجید کے بعد جو مقام صحیح بخاری کو ملا وہ کسی کو نہ مل سکا، ہر دور میں اس کی ہمہ جہت خدمت کی گئی، اور اس کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا، سینکڑوں شروحات لکھی گئیں، اسی طرح اس کے درس وتدریس میں بھی غیر معمولی اہتمام کیا گیا، یہ صاحب صحیح کے اخلاص وجذبۂ عمل کا نتیجہ تھا کہ اللہ نے اس کو قبولیت عامہ عطا فرمائی۔

خود امام بخاریؒ کے اہتمام کا حال یہ تھا کہ ایک حدیث کو لکھنے سے پہلے غسل فرماتے اور دو رکعتیں ادا فرماتے، وہ خود فرماتے ہیں:

”صنفت کتاب الجامع فی المسجد الحرام ومادخلت فیه حدیثا حتی استخرت اللّٰہ تعالیٰ وصلیت رکعیتن وتیقنت صحته۔“

میں نے اپنی کتاب جامع، مسجد حرام میں لکھی، اور کوئی بھی حدیث میں لکھتا تو استخارہ کرتا، دو رکعت نماز ادا کرتا اور جب اس کی صحت کا یقین ہو جاتا تو میں اس کو کتاب میں درج کرتا، صحیح بخاری کی قبولیت میں امام صاحب کے اس جہد مسلسل اور انتہائی اہتمام کا بھی خاص حصہ ہے۔

درس صحیح بخاری کے افتتاح اور اختتام کے موقع پر بھی اکثر مدارس اور درس کے

حلقوں میں بڑا اہتمام ہوتا ہے، بڑے محدثین اور علماء ومشائخ کو اس میں دعوت دی جاتی ہے اور اس مناسبت سے بہت مفید اور اہم باتیں لوگوں کے سامنے آجاتی ہیں، اس طرح کی تقاریر مرتب بھی کی گئیں ہیں، اوران کی اشاعت بھی ہوئی ہے۔

پیش نظر کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں متعدد کبار علماء ومحدثین اور مشائخ کی اس سلسلہ کی تقریریں جمع کردی گئیں ہیں، اور یہ کام عزیز گرامی مولوی مفتی محمد زید ندوی مظاہری سلمہ نے کیا ہے، جن کو اس کام سے شروع سے مناسبت رہی ہے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات، مواعظ اور ملفوظات کو کھنگال کرانہوں نے جس طرح مختلف موضوعات پر کتابیں مرتب کی ہیں یہ ان کا بڑا کارنامہ ہے، اس طرح انہوں نے دسترخوان سجا کر پیش کردیا ہے، ان کا حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رہا ہے اوران ہی کی سرپرستی میں انہوں نے یہ کام انجام دیا، اب وہ خود قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریروں اور دروس پر بھی کام کررہے ہیں، یہ سلسلہ بھی بڑی حد تک اسی کی کڑی ہے، لیکن اس میں انہوں نے مولانا محمد یونس صاحب جونپوری (شیخ الحدیث مدرسہ مظاہرالعلوم سہارنپور) کی بھی ایک تقریر شامل کردی ہے، اور اسی طرح خال معظم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی بعض تحریریں جو اس موضوع پر تھیں شامل کتاب کرلی ہیں، اس طرح اس کی افادیت دوچندسہ چند ہوگئی ہے۔

میں عزیز موصوف کو مبارک باد دیتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس کام کو بھی قبول فرمائے اور مفید بنائے۔

محمد رابع حسنی ندوی

۱۴؍ج ۲؍۷ ۱۴۳ھ

تقریظ

حضرت مولانا سید حبیب احمد صاحب باندوی دامت برکاتہم

ناظم جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ

وجانشین حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ

محترم جناب مفتی محمد زید صاحب والد صاحب علیہ الرحمہ کے بہت قریب رہے، اسی وجہ سے بہت سی کتابیں ان کے ذریعہ آئیں، انہیں قیمتی تصانیف میں سے ’’افتتاح بخاری اوراختتام بخاری‘‘ کی تصنیف ہے، اگر چہ اس کے آنے میں بہت تاخیر ہوئی، لیکن بہت مفید اور نایاب ہے، حضرت والد صاحب کی تصنیفات میں افادیت کا پہلو غالب رہتا ہے، اگر چہ مختصر ہوتی ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ مفتی زید صاحب کو اجر جزیل عطا فرمائے اور اس رسالہ کو مفید بنائے۔ آمین

حبیب احمد غفرلہٗ

جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ

۵؍رجب ۱۴۲۷ھ

عرض مرتب

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بہت بڑا فضل وکرم اوراس کا احسان ہے کہ اس نے اپنے اس حقیر بندہ کو اپنے نیک بندوں اور وقت کے علماء ومشائخ سے اکتساب فیض کی توفیق عطا فرمائی، جن میں سرفہرست احقر کے مربی ومرشد حضرت اقدس مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ ہیں، جن کے زیر سایہ وزیر تربیت احقر نے عمر کا بڑا حصہ گذارا، اوران کی علمی واصلاحی باتیں، درس قرآن ودرس بخاری وغیرہ کو ضبط کرنے کی توفیق نصیب ہوئی۔

تیمناً وتبرکاً تو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کے افتتاح بخاری میں بھی شرکت کی سعادت حاصل ہوئی، اور پوری بخاری شریف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری مدظلہ سے مظاہر علوم سہانپور میں پڑھی، اور پوری تقریر بھی اختصار سے لکھی، افتاء وغیرہ سے فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے شیخ حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کے زیر سایہ کافی وقت گذارا جبکہ احقر کی تدریسی مصروفیات بھی اس وقت رہتی تھیں، اسی زمانۂ تدریس میں احقر نے حضرت اقدسؒ کے درس قرآن (جلالین شریف) ودرس بخاری میں شرکت کی، اوردوران درس آیات واحادیث کے ضمن میں حضرت والا جو اصلاحی باتیں ارشاد فرماتے تھے، ان سب کو ضبط کرتا رہتا تھا، الحمد للہ پورے قرآن پاک کا درس اسی نوعیت سے جمع ہوگیا اور بخاری شریف جلد اول کا بھی درس محفوظ ہوگیا، درس قرآن کا کافی حصہ رسالہ ’’ندائے شاہی‘‘ میں قسط وار شائع ہورہا ہے اور ’’افادات درس قرآن‘‘ کے نام سے ایک جلد شائع بھی ہوچکی ہے، دوسری جلد بھی جلد ہی ان شاء اللہ منظر عام پر آئے گی، اسی انداز سے درس بخاری بھی انشاء اللہ آئے گا۔

جامعہ عربیہ ہتھورا میں دورۂ حدیث شریف کی ابتداء اور بخاری شریف کے افتتاح کے موقع پر حضرت نے جو کچھ ارشاد فرمایا اس کو احقر نے اسی وقت لکھ لیا تھا، بعد میں صاف

کر کے حضرت کو دکھلا بھی دیا، حضرت نے بہت پسند فرمایا، یہ پورا مجموعہ جواب آپ کے ہاتھوں میں ہے حضرت اقدسؒ کا دیکھا ہوا اور تصحیح کردہ ہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے درس بخاری میں احقر نے اختلافی مسائل اور ان کے دلائل نہیں لکھے بلکہ احادیث کے ضمن میں اصلاح وتربیت کے متعلق جو باتیں آپ نے ارشاد فرمائیں صرف انہی باتوں کو جمع کیا ہے، کیونکہ علمی تحقیقات سے متعلق تو دفتر کے دفتر بھرے ہوئے ہیں، اسلئے ان سب کے لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

امام بخاریؒ کی سوانح اور مختصر حالات، فضائل ومناقب پر مشتمل حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک مضمون بھی احقر کو ملا اس کو بھی اس مجموعہ میں شامل کردیا، اخیر میں ایک مضمون ختم بخاری شریف سے متعلق ہے، وہ بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہوا ہے، جو غالباً شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ العالی کے درس ختم بخاری شریف کے موقع پر حضرت نے لکھا تھا، احقر نے اس کو صاف کیا، اور بعض جگہ عناوین وحوالجات کا اضافہ بھی کیا، حضرت نے اس پر بھی نظر ثانی اور تصحیح فرمائی، ختم بخاری شریف سے متعلق وہ پورا مضمون بھی اس میں شامل ہے، یہ پورا مجموعہ تیار ہوجانے کے بعد احقر نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب کی خدمت میں پیش کیا، حضرت نے اس کوشش کو بہت پسند فرمایا اور جو حصہ ختم بخاری شریف سے متعلق آپ کی تقریر پر مشتمل تھا اس کے کچھ حصہ کو بغور سنا، بعض مقامات پر اپنی رائے ظاہر فرمائی کہ پہلے میں یہ کہتا تھا، اب یہ کہتا ہوں، اور فرمایا کہ اس تقریر کو حاشیہ میں لکھ دینا، اور مزید فرمایا کہ مولانا صدیق احمد صاحبؒ کی تمام باتوں کو پورا کا پورا شائع کردو، یہ فائدہ سے خالی نہیں، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے، اور حدیث پاک سے شغف رکھنے والے حضرات خصوصاً طلبہ واساتذۂ حدیث کے لئے اسکو مفید اور نفع بخش بنائے، آمین۔

محمد زید مظاہری ندوی استاد حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ۱۰/ جمادی الثانی ۱۴۳۶ھ

حالاتِ امام بخاری

مضمون

حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ رب العلمین ،والصلوٰۃ والسلام علی

سید المرسلین محمد وعلیٰ آلہ وأصحابہ اجمعین

باب ۱

حالاتِ امام بخاری

نسب: محمد ابن اسماعیل بن ابراھیم بن المغیرہ بن بَرْدِزْبَہ الجعفی البخاری (باء اولیٰ مفتوح، راء ساکن، دال مہملہ مکسور، زاء معجمہ ساکن، باء ثانی مفتوح، ہاء ہوز ساکن)

بعض حضرات نے ابن بردزبہ کے بعد ان کے والد کا نام بَذْذُبَہ لکھا ہے، (اس میں باء اول مفتوح ، ذال اول مکسور ، ذال ثانی ساکن ،باء ثانی مفتوح ہاء ہوز ساکن)

تاریخ میں بردزبہ اوران کے والد بذذبہ کے حالات نہیں ملتے۔

اہل حجاز کی زبان میں ''بردزبہ'' کاشتکار کو کہتے ہیں، ممکن ہے یہ کاشتکاری کرتے ہوں، ان کے متعلق حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ اپنی قوم کے مذہب پر تھے یعنی آتش پرست تھے۔

امام بخاری کے پردادا یعنی مغیرہ بخاریؒ کے حاکم یمان جعفی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے اس لئے ان کو جعفی کہا جاتا ہے، ''جعف'' ایک قبیلہ تھا اس کی طرف نسبت ہے، پہلے ایسا ہوتا تھا کہ جو شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوتا تو اس کی طرف منسوب ہوتا

تھا اس لئے مغیرہ کو جعفی کہا جاتا ہے حالانکہ وہ فارسی تھے اس قبیلہ کے نہ تھے اس کو ولاء اسلام کہا جاتا ہے۔

حنفیہ اس کے قائل ہیں اس کی دلیل ابوداؤد کی حدیث ہے۔

عن تمیم الداری أنه قال یارسول اللّٰہ ما السنة فی الرجل یسلم علی یدی رجل من المسلمین؟ قال هو أولیٰ الناس بمحیاه ومماته

(ابو داؤد جلد ثانی کتاب الفرائض)

امام بخاری کے دادا ابراہیم اور ان کے والد مغیرہ کے حالات کہیں نہیں ہیں، البتہ یہ یقینی ہے کہ وہ مسلمان تھے۔

امام کے والد: اسماعیل کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ علماء محدثین میں سے تھے وہ امام مالک کے شاگرد تھے، عبداللہ بن مبارک کی صحبت میں رہے۔

علامہ ذھبیؒ نے ان کے بارے میں لکھا ہے **'کان من العلماء الورعین'** یعنی وہ متقی اور پرہیزگار علماء میں سے تھے، ان کے تقویٰ کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وفات کے وقت فرمایا کہ اس مال میں نہ کوئی حرام درہم ہے اور نہ مشتبہ مال ہے، اس مال سے امام بخاریؒ کی تربیت (پرورش) ہوئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کے باکمال ہونے میں حلال روزی کو بہت بڑا دخل ہے۔

ولادت: امام بخاری کی ولادت کے بارے میں اختلاف ہے کہ دن میں ہوئی یا رات میں اور شوال کی بارہ تاریخ کو ہوئی یا تیرہ کو۔

راجح یہ ہے کہ ۱۳ر شوال کو بعد نماز جمعہ ۱۹۲ھ میں پیدا ہوئے۔

اور شنبہ کی شب جو عید الفطر کی شب تھی ۲۵۶ھ میں وفات ہوئی اور عید الفطر

کے دن بعد ظہر مقام ''خرتنگ'' میں مدفون ہوئے، تیرہ یوم کم باسٹھ سال کی عمر ہوئی۔إنا للّٰہ و إنا إلیه راجعون.

امام بخاری کے بارے میں کسی نے مختصر طور پر ان کا اور ان کی کتاب کا حال لکھا ہے:

کان البخاری حافظا ومحدثا جمع الصحیح مکمل التحریر
میلاده صدق ومدة عمره فیها حمید وانقضیٰ فی نور

تعلیم وتربیت

بچپن ہی میں امام بخاری کے والد کا انتقال ہو گیا تھا، تربیت کی ساری ذمہ داری والدہ ماجدہ پر آ گئی۔امام صاحب کی جب بینائی جاتی رہی تو والدہ ہر وقت رنجیدہ رہتی تھیں، بڑی عبادت گذار اور خداترسیدہ تھیں۔ برابر دعائیں الحاح وزاری کے ساتھ کیا کرتی تھیں، ایک شب دعائیں کرتے کرتے آنکھ لگ گئی تو ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرمارہے ہیں کہ: تمہاری دعا کی برکت سے اللہ پاک نے تمہارے لڑکے کی آنکھیں روشن کر دیں، دیکھا تو واقعی ان کی آنکھیں روشن تھیں۔

پھر تو اللہ نے ایسی روشنی عطا فرمائی کہ ''تاریخ کبیر کا مسودہ چاندنی رات میں لکھا۔

بچپن میں حفظ حدیث کا شوق

امام کو بچپن ہی سے حفظ حدیث کا شوق تھا، مختلف حلقوں میں جا کر شرکت کرتے تھے، ایک دن محدث داخلی کے درس میں گئے جن کا حلقہ اس وقت سب سے بڑا تھا، استاذ نے ایک سند بیان کی: سفیان عن ابی الزبیر عن ابراهیم ،امام بخاری ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے عرض کیا: ابو الزبیر لم یرو عن ابراهیم یعنی ابو الزبیر نے ابراہیم سے روایت نہیں کی۔

محدث داخلی نے یہ سمجھ کر کہ یہ کم عمر بچہ ہے توجہ نہ کی لیکن امام بخاری نے بڑی متانت سے عرض کیا کہ آپ کے پاس اصل ہو تو مراجعت فرمالیں، بات چونکہ معقول تھی اس لئے محدث داخلی اندر گئے، اصل دیکھا تو امام بخاری کی بات درست ثابت ہوئی (واپس آئے تو فرمایا بچے اس کی سند کیا ہے؟ امام بخاری نے کہا: **ابو الزبیر عن عدی عن ابراھیم** ، محدث داخلی نے تصدیق کی، امام بخاری کی شہرت کا یہ پہلا دن تھا۔

کسی نے امام بخاری سے پوچھا کہ اس وقت آپ کی عمر کیا تھی فرمایا گیارہ برس کی اور اس کے بعد سے تو پھر یہ ہوا کہ امام بخاری جس محدث کی مجلس میں پہونچتے تو وہ سنبھل جاتا۔

امام بخاری کا حافظہ

(۱) علامہ قسطلانی نے نقل کیا ہے کہ امام بخاری کو بچپن میں ستر ہزار حدیثیں یاد تھیں۔

(۲) ابن اسماعیل کہتے ہیں کہ امام بخاری ہمارے ساتھ بصرہ کے مشائخ کے پاس جایا کرتے تھے، ہم لوگ تو کہتے تھے امام بخاری کچھ نہ لکھتے تھے، ہم ان پر طعن کیا کرتے تھے کہ یہ وقت ضائع کررہے ہیں، ایک دن جوش میں آکر امام نے فرمایا کہ لاؤ تم نے کیا لکھا ہے، ہم نے اس وقت تک پندرہ ہزار حدیثیں لکھی تھیں انہوں نے دوسو حدیثیں زبانی سنادیں، یہاں تک کہ ہم نے اپنی نوشتۂ تحریر ان کی حفظ سے اصلاح کی۔

بغداد میں امام بخاریؒ کا ایک امتحان اور کبار علماء کا استعجاب

(۳) بغداد اس وقت علوم اسلامیہ کا مرکز تھا، حدیث کے شیوخ کثرت سے یہاں موجود تھے، جب امام بخاری بغداد پہنچے تو ان کا امتحان لیا گیا، وہاں کے علماء نے دوسو حدیثیں منتخب کیں، اور دس آدمیوں کو دس دس حدیثیں یاد کرادیں، جن کا متن اور سند بدل دیا تھا ایک کی سند کو دوسرے کے متن سے جوڑ دیا تھا، جب امام صاحب تشریف لائے اور مجلس منعقد ہوئی تو ان میں سے ہر ایک نے وہ غلط حدیثیں باری باری سے پڑھنا شروع کیا، ہر ایک حدیث پر امام بخاری **لا اعرفه** فرماتے، عوام میں چہ میگوئیاں ہوئیں لیکن علماء محققین نے اندازہ کرلیا کہ یہ متن میں کامل معلوم ہوتے ہیں، جب سب نے وہ تمام حدیثیں سنادیں تو امام بخاری نے نمبروار ہر ایک کو بلایا اور فرمایا کہ تم نے پہلی روایت اس طرح پڑھی یہ غلط ہے، صحیح اس طرح ہے، اس طرح ترتیب وار سب کی اصلاح کردی، اب سب کو یقین ہوگیا کہ یہ ماہر فن ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ تعجب اس پر نہیں کہ انہوں نے غلطی کی اصلاح کردی وہ تو حافظ حدیث تھے ان کا تو کام ہی یہ ہے، تعجب تو درحقیقت اس میں ہے کہ غلط حدیث کو ایک ہی مرتبہ سن کر ترتیب وار محفوظ رکھا۔

طلب حدیث کے لئے حجاز اور بصرہ کا سفر

امام بخاری نے تمام کتب متداولہ اور مشائخ بخارا کی کتابوں کو محفوظ کرلیا اس کے بعد سولہ برس کی عمر میں حجاز کا قصد کیا، سب سے پہلے حج بیت اللہ کا ارادہ کیا والدہ

ماجدہ اور بھائی احمد کے ساتھ یہ سفر ہوا، والدہ اور بھائی کو حج کے بعد وطن واپس کردیا اور خود مکہ معظّمہ میں طلب علم کے لئے قیام کیا۔

۲۱۲ھ میں مدینہ طیبہ کا سفر کیا اور اٹھارہ برس کی عمر میں ''قضایا الصحابة والتابعین'' لکھی جس سے امام کی شہرت میں اضافہ ہوا۔

اور اسی سفر میں مدینہ طیبہ ہی میں ''تاریخ کبیر'' کا مسودہ چاندنی رات میں لکھا حجاز میں مدت اقامت چھ سال ہے لیکن یہ پوری مدت ایک سفر کی تھی، درمیان میں دوسری جگہ کا بھی سفر فرماتے رہے۔

مدینہ طیبہ کے بعد بصرہ کا رخ کیا، امام کا خود بیان ہے کہ میں نے چار مرتبہ بصرہ کا سفر کیا۔

کوفہ اور بغداد کے کبار محدثین سے استفادہ

اس کے بعد کوفہ کا قصد کیا، ورّاق بخاری نے جو امام کے کاتب ہیں کوفہ اور بغداد کے متعلق امام بخاری کا یہ مقولہ نقل کیا ہے: ''**لا أحصی کم رحلت إلی الکوفة وبغداد مع المحدثین**''.

علامہ ابوعلی غسانی نے ''**تقیید المهمل**'' میں لکھا ہے کہ: جب امام بخاری بغداد کے آٹھویں اور آخری سفر سے واپس ہورہے تھے تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے پردرد لہجے میں فرمایا، **أتترک الناس والعصر، والعلم و تصیر إلی خراسان**، کیا تم لوگوں کو عصر اور علم کو (یعنی اپنے زمانے کے اہل علم کو) چھوڑ رہے ہو اور خراسان جارہے ہو، الغرض امام بخاری نے اکثر بلاد اسلامیہ کا سفر کیا اور ایک ہزار اسّی اساتذہ سے احادیث حاصل کیں۔

طلب حدیث کے لئے طویل اسفار

ہزار سے زائد مشائخ سے استفادہ

مقدمہ فتح الباری میں ہے جعفر بن محمد فرماتے ہیں کہ: **سمعت البخاری یقول کتبت عن الف شیخ من العلماء و الزیادة.**

امام بخاری کو طلب حدیث کے سلسلے میں طویل اسفار کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ فتوحات اسلامیہ کے وسیع ہوجانے کی وجہ سے حاملین حدیث دور دور تک پھیل گئے تھے، کتب حدیث اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام ایک ایک حدیث کے لئے ایک ایک ماہ کی مسافت کا سفر کرتے تھے۔

بخاری شریف میں ہے: **رحل جابر بن عبد اللّٰہ مسیرة شھر إلی عبد اللّٰہ بن أنیس فی حدیث واحد.**

حضرت ابراہیم بن ادھم کا مقولہ ہے کہ اصحاب حدیث کے اسفار کی برکت سے اللہ پاک اس امت سے بلاؤں کو اٹھا لیتے ہیں۔

طلب علم کے خاطر حضرت امام بخاریؒ کا فقر و فاقہ اور مجاہدہ

امام بخاریؒ کو طلب علم کے دوران فاقہ بھی کرنا پڑا، درخت کے پتے اور گھاس بھی کھانی پڑی، فاقہ کے وقت کپڑے بھی فروخت کرنے پڑے مگر ان صبر آزما حالات میں بھی امام نے استقلال سے کام لیا اس میں ذرا بھی تذبذب پیدا نہ ہوا۔

ایک مرتبہ امام بخاری بیمار ہوئے تو ان کا قارورہ اطباء کو دکھایا گیا تو انہوں نے

کہا کہ قارورہ ایسے شخص کا ہے جس نے سالن استعمال نہیں کیا، امام بخاری نے اس کی تصدیق کی اور فرمایا کہ میں نے چالیس برس سے سالن استعمال نہیں کیا، اطباء نے اس پر زور دیا لیکن امام نے اس کو منظور نہ کیا فرمایا کہ روٹی شکر کے ساتھ کھالوں گا۔

حقیقت تو یہی ہے کہ علم راحت طلبی اور عیش کے ساتھ حاصل نہیں ہوتا، فاقہ اور محنت ومشقت میں یہ دولت قلب پر نازل ہوتی ہے۔

امام بخاری کواس مقام تک پہونچنے میں ان کی محنت ومشقت کوبھی بہت بڑادخل ہے۔

امام بخاری کی عظمت اکابر کی نگاہ میں

امام احمد فرماتے ہیں: **ما اخرجت خراسان مثل محمد بن اسماعیل**

امام مسلم فرماتے ہیں: **أشهد أنه ليس فى الدنيا مثلک.**

امام مسلم امام بخاری کے پاس آئے اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا: **دعنى أقبل رجليک يا استاذ الاستاذين وياسيد المحدثين ويا طبيب الحديث فى علله.**

امام بخاری کے بارے میں احادیث میں اشارہ

ایک مرتبہ سلمان فارسی کی طرف اشارہ کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **لو كان الدين بالثريا لناله رجال من أبناء فارس** علماء ومحدثین فرماتے ہیں کہ اس کے اولین مصداق امام ابوحنیفہ اس کے بعد امام بخاری ہیں۔

قرآن پاک میں ہے **وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ**، صحابہ کرامؓ نے اس آیت کے متعلق عرض کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **رجال من ابناء**

فارس، اس کے بھی مصداق امام ابوحنیفہ اور امام بخاری ہیں۔

ورّاق بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لئے جارہے ہیں اور امام بخاری آپ کے پیچھے قدم بہ قدم چل رہے ہیں اس سے امام بخاری کا متبع سنت ہونا ظاہر ہے۔

فربری کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے ارشاد فرمایا: **أين تريد؟**، میں نے عرض کیا محمد ابن اسماعیل بخاری کے پاس جاتا ہوں، حضورؐ نے ارشاد فرمایا، **اقرؤا منی السلام**، اس سے امام بخاری کے مقام کا اندازہ کیجئے، یہ کیوں نہو، متبع سنت اور احیاء سنت کرنے والے سے حضور بہت خوش ہوتے ہیں۔

امام بخاری کا تقویٰ

امام بخاری جس طرح علم وفضل میں بلند پایہ تھے اسی طرح تقویٰ اور پرہیزگاری میں اعلیٰ مقام پر فائز تھے، فرماتے ہیں **ما اغتبت أحدا مذ علمت أن الغيبة حرام**.

فرماتے انشاء اللہ غیبت کے معاملہ میں قیامت کے دن کسی کا ہاتھ میرے دامن میں نہ ہوگا۔

اپنے علم اور عزت کی حفاظت

حافظ ابن حجر نے ایک واقعہ بہت عجیب نقل کیا ہے کہ امام بخاری ایک مرتبہ دریا کا سفر کشتی میں کر رہے تھے ایک ہزار اشرفیاں بھی ساتھ تھیں۔

ایک شخص نے عقیدتمندی کا اظہار کیا اور اتنی نیازمندی سے پیش آیا کہ امام کو اس پر اعتماد ہوگیا اور اپنے حالات اس پر ظاہر کردیئے، یہ بھی بتادیا کہ میرے پاس ایک

ہزار اشرفیاں ہیں، ایک صبح کو وہ اٹھا اور رونا چلانا شروع کیا اور کہنے لگا کہ میری ایک ہزار اشرفیوں کی تھیلی غائب ہوگئی ہے، کشتی والوں کو رحم آیا اور سب کی تلاشی شروع ہوئی، امام نے موقعہ پا کر وہ تھیلی سمندر میں گرادی، جب امام کی تلاشی کا نمبر آیا اور تلاشی ہوئی تو تھیلی نہ نکلی اس کے بعد کشتی والوں نے اس کو ملامت کی کہ تم جھوٹ بول رہے ہو، جب کشتی سے لوگ اتر گئے تو وہ امام بخاری کے پاس آیا اور کہا حضرت وہ اشرفیاں کیا ہوئیں امام نے فرمایا کہ سمندر میں پھینک دی گئیں، اس نے کہا اتنی بڑی رقم کو تم نے ضائع کر دیا، امام نے فرمایا کہ جس دولت اور عزت پر میں نے اپنی زندگی ختم کر دی، وہی میری اصل کمائی ہے، میں اس کو چند اشرفیوں کے عوض برباد نہیں کر سکتا، اس سے ہم سب کو سبق حاصل کرنا چاہئے۔

امام بخاری کے والد ماجد نے کافی مال چھوڑا تھا، مگر امام نے یہ خیال کیا کہ اگر میں تجارت میں مشغول ہوتا ہوں تو علمی نقصان ہوگا، اس لئے اپنا مال مضاربت پر دے دیا، ایک مرتبہ مضارب پچیس ہزار لے کر چلا گیا، اور دوسرے ملک میں سکونت اختیار کر لی لوگوں نے امام سے کہا کہ مقامی حاکم کا خط لے کر اس علاقہ کے حاکم کے پاس پہونچا دو روپیہ آسانی سے مل جائے گا، امام بخاری نے فرمایا کہ میں اپنے روپئے کے لئے اگر حکام سے سفارش لکھواؤں تو کل یہ حکام میرے دین میں دخل دیں گے اور میں اپنے دین کو دنیا کے عوض ضائع نہیں کرنا چاہتا۔

مسئلہ خلق قرآن اور امام بخاری کا ابتلاء

یہ مسئلہ ایک زمانہ میں بڑا معرکۃ الآراء رہا ہے، اس میں اہل سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ قرآن اللہ پاک کا کلام ہے اور اس کی صفت ہے، اللہ تعالیٰ قدیم ہے تو

اس کی صفت بھی قدیم ہوگی، لہٰذا قرآن قدیم ہے اور غیر مخلوق ہے، معتزلہ کا مسلک یہ ہے کہ قرآن مخلوق ہے، حادث ہے۔

ایک زمانہ میں یہ فتنہ بہت شدت پر تھا، حکومت وقت بھی معتزلہ کے دام تزویر میں مبتلاء ہوگئی تھی اس وقت کے علماء نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اس فتنہ کا مقابلہ کیا، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو اس سلسلے میں بڑی تکلیفیں اٹھانی پڑیں لیکن اللہ پاک کے فضل سے یہ فتنہ ختم ہوگیا۔

لیکن بعد میں پھر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدین نے اس میں بہت غلو کیا اور کہا کہ قرآن پڑھتے وقت جو آواز انسان کی ہوتی ہے وہ بھی قدیم ہے، بعضوں نے کہا کہ جس کاغذ پر قرآن لکھا گیا وہ بھی قدیم ہے، جس روشنائی سے لکھا گیا وہ بھی قدیم ہے۔

مقدمہ فتح الباری ۴۹۱/ ۷ میں ہے کہ حاکم ابوعبداللہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ امام بخاری نیشاپور میں ۲۵۰ھ میں تشریف لائے، ان کی تشریف آوری سے پہلے محمد بن یحیٰ ذہلی نے اپنی مجلس میں کہا جو محمد بن اسماعیل کا استقبال کرنا چاہتا ہے وہ میرے ساتھ کل چلے میں ان کے استقبال کے لئے جاؤں گا، چنانچہ بہت بڑا مجمع ہوگیا۔

امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ نیشاپور والوں نے جیسا اعزاز امام بخاری کا کیا اس سے پہلے کسی عالم یا حاکم کا نہیں کیا، دو دو تین تین منزل سے لوگ استقبال کے لئے حاضر ہوئے۔

محمد بن یحییٰ ذہلی نے لوگوں سے کہا کہ اس رجل صالح کی خدمت میں جا کر احادیث سنو! لیکن مسئلہ کلام میں گفتگو نہ کرنا، اگر ہمارے خلاف کوئی بات ان کی زبان سے نکلی تو ناصبی، رافضی، مرجی، جہمی خوش ہوں گے لوگ امام کی خدمت میں جانے لگے، روزانہ ایک بہت بڑا مجمع ہوتا تھا، لیکن ہر زمانہ میں حاسد رہے ہیں، جن سے دین

کو بہت نقصان پہونچتا ہے۔

امام بخاریؒ کی اس مقبولیت کو وہ برداشت نہ کر سکے اور یہ مسئلہ چھیڑ دیا کہ ''لفظی بالقرآن'' کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ یعنی وہ مخلوق اور حادث ہے یا غیر مخلوق اور قدیم ہے؟ امام بخاریؒ نے فرمایا: ''**أفعالنا مخلوقة، و ألفاظنا من أفعالنا**'' اتنا سننا تھا کہ ایک ہنگامہ برپا ہوگیا، کسی نے کہا کہ ''**لفظی بالقرآن مخلوق**'' کہا، کسی نے کہا: یہ نہیں کہا، اس حالت کو دیکھ کر مالک مکان نے ان سب کو باہر کر دیا۔

ابو احمد بن عدی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے مشائخ کی ایک جماعت نے بیان کیا امام بخاریؒ کی مقبولیت کی وجہ سے بعض مشائخ وقت کو حسد ہو گیا تھا (**نعوذ بالله من ذلک**) انھوں نے لوگوں سے کہنا شروع کیا کہ امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ: ''**لفظی بالقرآن مخلوق**'' ایک دن ایک شخص نے اٹھ کر سوال کیا..... امام بخاریؒ سمجھ گئے کہ اس کا مقصد فاسد ہے اس لئے کچھ جواب نہیں دیا، وہ بار بار سوال کرتا تھا اور امام سکوت فرماتے رہے، جب بہت اصرار کیا تو فرمایا ''**القرآن کلام الله غیر مخلوق، و أفعال العباد مخلوقة**''۔

امام کا یہ فرمانا بالکل صحیح ہے، اہل سنت والجماعت کا یہی مسلک ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے: "**وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْلَمُون**" ظاہر ہے کہ انسان مخلوق ہے تو اس کے سارے افعال بھی مخلوق ہوں گے اور حادث ہوں گے قرآن تو بے شک غیر مخلوق ہے لیکن آدمی کا اس کی تلاوت کرنا یہ مخلوق ہے کیوں کہ یہ انسان کا فعل ہے جو مخلوق ہے اور مخلوق حادث ہے۔

اسی طرح اس کی کتابت، اس کی بنائی ہوئی روشنائی اور کاغذ یہ سب حادث ہیں

مسئلہ بالکل صاف تھا مگر جس کو بدنام کرنا ہو اس کو کون روک سکتا ہے۔

چنانچہ امام ذہلی نے بھی اعلان کردیا کہ: **القرآن کلام اللّٰہ غیر مخلوق ومن زعم لفظی بالقرآن مخلوق فھو مبتدع.**

اس اعلان کے بعد امام بخاری کی مجلس میں لوگوں نے جانا چھوڑ دیا مگر امام مسلم چونکہ حقیقت حال سے واقف تھے ان کا سینہ کینہ اور حسد سے پاک تھا، اس لئے انہوں نے امام بخاری سے اپنا تعلق ختم نہیں کیا۔ احمد بن مسلمہ بھی امام مسلم کے ساتھ تھے۔

جب محمد بن یحیٰ ذہلی نے اعلان کیا کہ **من زعم لفظی بالقرآن مخلوق فلا یحضر مجلسنا** تو امام مسلم نے اپنی چادر اٹھائی اور ذہلی کی مجلس سے چلے آئے اور ذہلی سے جو کچھ لکھا تھا سب ان کے پاس پہونچا دیا، اس کے بعد سے امام مسلم نے کوئی حدیث اپنی کتاب میں ان سے تخریج نہیں کی۔

حکومت وقت بھی اس غالی فرقہ کی حامی تھی، حاکم وقت امام کے ساتھ سختی کا معاملہ کرنے لگا اور ان کی عزت کے پیچھے پڑ گیا۔

تنبیہ: مذکورہ حالات کی بنا پر بعض حضرات غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ امام بخاری اور امام احمد کا خلق قرآن کے بارے میں اختلاف ہے یہ غلط ہے، دونوں کا یہ عقیدہ ہے ''**القرآن کلام اللّٰہ غیر مخلوق**'' اس کے بعد امام بخاری فرماتے ہیں، اس میں امام احمد کا اختلاف یا سلف صالحین میں سے کسی کا اختلاف منقول نہیں، امام بخاری فرماتے ہیں کہ اللہ کا کلام بے شک قدیم ہے غیر مخلوق ہے لیکن پڑھنے والا حادث ہے، اس لئے اس کی آواز بھی حادث۔ لفظی بالقرآن کا امام بخاری کے نزدیک یہی مطلب ہے کہ انسان جو تلفظ کرتا ہے قرآن کے ساتھ یعنی قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور اس میں جو

اس کی آواز ہوتی ہے، وہ حادث ہے، امام احمد اس کے بالکل مخالف نہیں اور نہ کسی اہل حق نے اس کی مخالفت کی ہے، امام احمدؒ نے تو متعدد جگہ بتصریح بیان کیا ہے کہ قاری کی قرأت کے وقت جو آواز سنائی دیتی ہے وہ قاری ہی کی آواز ہوتی ہے اس کی تائید "زیّنوا القُرآن بأصواتکم" سے بھی ہوتی ہے، اس میں اصوات کی اضافت مخاطبین کی طرف ہے۔

امام احمدؒ نے تو اتنا کہا تھا کہ "**من قال لفظی بالقرآن مخلوق فھو جھمیؒ**" لوگوں نے یہ سمجھا کہ لفظ اور صوت دونوں ایک ہیں اس لئے کہہ دیا کہ امام احمد صوت کو قدیم کہتے ہیں، اور امام بخاری حادث کہتے ہیں، لہٰذا دونوں میں اختلاف ہے، حالانکہ امام احمدؒ نے صوت کو قدیم نہیں کہا بعد میں لوگوں نے اس میں غلو کیا اور امام احمدؒ کی طرف نسبت کردی، اس سے امام احمد کو کوئی واسطہ نہیں ہے، اس لئے امام بخاریؒ نے اپنی کتاب "خلق افعال العباد" میں لکھا ہے کہ لوگوں نے امام احمد کی بات کو سمجھا نہیں۔

فائدہ: خلق قرآن کے سلسلے میں امام احمد اور امام بخاریؒ دونوں کا ابتلاء ہوا لیکن دونوں کی نوعیت الگ الگ ہے۔

نوٹ: حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہوا مضمون اتنا ہی ملا، اس کے بعد غالباً حضرت نہیں لکھ سکے، واللہ اعلم۔ (مرتب)

باب ۲

افتتاح بخاری

جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ میں دورۂ حدیث شریف کی ابتداء

اور بخاری شریف کا افتتاح

افتتاح بخاری کی مناسبت سے حضرت اقدس مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ نے ارشاد فرمایا کہ ہم تو سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ یہاں بیٹھ کر کبھی بخاری شریف پڑھانے کی بھی نوبت آئے گی، میں تو یہاں بغدادی قاعدہ لے کر بیٹھا تھا، ایک مسجد کے حجرہ میں پڑھانا شروع کیا، اللہ نے آج یہاں تک پہونچا دیا، ہم نے کبھی اس کی کوشش

اور تمنا نہیں کی کہ یہاں دورۂ حدیث ہو جائے لیکن اللہ کو منظور تھا اس نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ مجبوراً دورہ کھولنا پڑا، جب دوسرے مدرسہ والوں نے دورہ حدیث میں داخلہ لینے میں تنگی شروع کر دی تو طلباء پریشان ہونے لگے، بیچارے طلبہ جائیں تو کہاں جائیں، بھٹکے بھٹکے پھرتے ہیں اس لئے مجبوراً دورہ کا انتظام کرنا پڑا حضرت مفتی اقدس محمود صاحب گنگوہیؒ تو کافی عرصہ سے فرما رہے ہیں لیکن میں ٹالتا رہا، ورنہ آج سے دس سال پہلے بھی دورۂ حدیث شروع ہو سکتا تھا۔

جو اللہ کو منظور ہو اسی میں خیر ہوتی ہے اب ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ دورہ کھولا جائے اس خیر کی قدر کرنی چاہئے، خیر اسی وقت تک خیر ہے جب تک اس کی قدر کی جائے اور اگر اس کی ناقدری کی جائے تو وہی خیر شر بن جاتا ہے۔

بخاری شریف پڑھانے کی تیاری

حضرت اقدس مدظلہ بخاری شریف پڑھانے کے لئے بہت محنت فرما رہے تھے رات دن اسی میں انہماک رہتا تھا طلبہ کے فائدہ کے لئے حضرت والا نے بڑی محنت و جانفشانی سے حدیث کے مصطلحات، تعریف و تقسیم اور ان کے مبادی ایک کاپی میں تحریر فرمائے تاکہ طلباء کو فن حدیث سے مناسبت پیدا ہو سکے اس کے لئے حضرت نے بہت کافی محنت فرمائی حتی کہ بیمار تک پڑ گئے، لیکن الحمد اللہ وہ مجموعہ تیار ہو گیا جو مبادی حدیث و مصطلحاتِ حدیث اور دیگر فوائد پر مشتمل ہے حدیث پڑھنے والوں کیلئے اس کا مطالعہ ان شاء اللہ بہت مفید ہوگا۔

مدرسہ کے بعض اساتذہ نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت بخاری شریف تو اور بھی مدارس میں ہوتی ہے لیکن اور لوگ تو اتنی محنت نہیں کرتے۔ حضرت نے فرمایا میں

اسکوخیانت سمجھتا ہوں۔آدمی سے جتنا ہوسکےاس میں کسر نہ اٹھار کھے،بغیر مطالعہ کے پڑھانے کومیں حرام سمجھتا ہوں۔

بخاری شریف کاافتتاح

بخاری شریف شروع ہونے سے چندروزقبل حضرت اقدس دامت برکاتہم نے اپنی تیار کردہ کاپی طلباء کے حوالہ فرمادی کہ اسکونقل کرنا شروع کردو۔(حضرت کا کئی روزکا مسلسل سفربھی تھا) حضرت نے اعلان فرمایا کہ دورۂ حدیث کے سارے اسباق آج ہی شروع ہوجائیں،کم ازکم لکھانا تو شروع ہی کردیں،حضرت اقدس مفتی محمود صاحب کاانتظار ہے جب وہ آئیں گے بخاری شریف شروع فرمائیں گے،جب ایک بات طے ہوگئی ہےاسکاانتظار ہی کرلیاجائے،اس کے بعد حضرت سفرمیں تشریف لے گئے۔

سفر سے واپسی پر حضرت اقدس نے بعد نماز مسجد میں دورۂ حدیث کے طلباء کوٹھہرنے کاحکم فرمایااور فرمایا کہ آج بخاری شریف کی بسم اللہ تو کرہی لی جائے بسم اللہ تو بغیر کتاب دیکھے بھی ہوجاتی ہے چنانچہ حضرت اقدس نے بسم اللہ کرادی اور شروع میں مختصرسی تقریر فرمائی جو بہت سی اہم ہدایات وقیمتی نصائح پر مشتمل ہے،حدیث پڑھنے والے تمام طلباء نیز پڑھانے والے اساتذہ کے لئے بھی اسکا مطالعہ انشاءاللہ بہت مفید ثابت ہوگا،اب حضرت کی وہ اہم ہدایات ونصائح ملاحظہ فرمائیے۔

افتتاح بخاری شریف سے قبل دوگانہ اداکرنے کااہتمام

حدیث پڑھنے والوں کے لئے چند اہم ہدایات ونصائح

حضرت نے طلبۂ دورۂ حدیث سے فرمایا تم لوگ دو دو رکعت نفل نماز ادا

کرلو بعض طلباء نے عرض کیا کہ ادا کرلی حضرت نے فرمایا اشراق پڑھ لی ہوگی، خاص طور پر بخاری شریف کے لئے دو رکعت نماز (اللہ واسطے) پڑھ لو چنانچہ سب نے دو دو رکعت نفل نماز ادا کی، حضرت نے بھی ادا فرمائی، اور دیر تک دعاء مانگی، نماز کے بعد حضرت اقدس مسجد ہی میں بیٹھ گئے تمام طلباء بھی حضرت کے ارد گرد جمع ہو گئے، حضرت نے فرمایا کچھ باتیں بطور مقدمۃ الحدیث کے ہیں اسکو لکھنا شروع کردو، اصل کتاب تو بعد میں شروع ہوگی، اور اس وقت چند باتیں عرض کرتا ہوں جو ہمیشہ یاد رکھنے کی ہیں ان کو غور سے سنو!

حدیث پاک پڑھنے کا مقصد

حضرت نے فرمایا: حدیث پاک پڑھنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی عملی زندگی ہمارے اندر پیدا ہو جائے، حضور ﷺ والے اخلاق ہمارے اندر آجائیں، حدیث پاک پڑھنے کے بعد عملی جذبہ ہمارے اندر پیدا ہو، ایک ایک سنت پر عمل کی کوشش ہو۔

آج کل عموماً حدیث پڑھانے میں لمبی لمبی بحثیں تو خوب ہوتی ہیں اور اب تو اس کا بڑا رواج ہو گیا ہے، فاتحہ خلف الامام، رفع یدین پر بیس دن بائیس دن تقریریں ہوتی ہیں آمین بالجہر پر لمبی چوڑی تقریر ہوتی ہے، لیکن یہ بحثیں مقصود نہیں، ان کو یاد کر لینا چاہئے ٹھیک ہے لیکن صرف یہی مقصود نہیں، اگر کسی کو ساری بحثیں یاد ہوں، خوب لمبی چوڑی تقریر کر لیتا ہو لیکن حدیث کی باتوں پر عمل نہ ہو، سنت پر عمل کرنے کا اس کے اندر جذبہ اور شوق نہ پیدا ہو، اس کے اخلاق حضور ﷺ کے اخلاق کے مشابہ نہ ہوں تو اسکا پڑھنا اسکے لئے بیکار اور بے سود ہے، حضور ﷺ نے ایسے علم سے پناہ مانگی ہے جو خود اس کے لئے نافع نہ ہو اور نہ دوسروں کے لئے نافع ہو، اور ایسے قلب سے پناہ مانگی ہے جس

میں اللہ کا خوف نہ ہو۔

حدیث پاک پڑھنے سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق پیدا ہوتا ہے

حدیث پڑھنے سے تو حضور ﷺ سے عشق پیدا ہوتا ہے اور جب عشق پیدا ہوتا ہے تو آپ کی سنتوں پر عمل کرنا آسان ہوتا ہے، اور سنتوں پر عمل کرنے سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے اور جب نور پیدا ہوتا ہے تو لوگوں کو فیض پہنچتا ہے، جتنا زیادہ نور ہوگا اتنا ہی زیادہ دوسروں کو فیض پہنچے گا، جیسے چراغ کی روشنی ہے اگر چھوٹا چراغ ہے تو اس کی روشنی تھوڑی ہوگی بڑا چراغ ہے اس کی روشنی بھی زیادہ ہوگی لوگوں کو فیض بھی زیادہ پہنچے گا، ایسے ہی اسکا حال ہے جتنا زیادہ سنت پر عمل کرنے سے نور پیدا ہوگا اتنا ہی زیادہ دوسروں کو ہماری ذات سے فیض پہنچے گا۔

حدیث پڑھنے والے طلباء کو اہم نصیحت

طلباء کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

اب تک جو زندگی گذر گئی تو گذر گئی لیکن اب طے کرلو کہ ایک ایک سنت پر عمل کرنا ہے جو بھی سنت پڑھو اس پر عمل کرو پھر اس میں یہ نہیں دیکھنا چاہیئے کہ یہ سنن ہدیٰ میں سے ہے یا سنن عادیہ اور سنن زوائد میں سے، جب حضور ﷺ سے ایک عمل ثابت ہے تو ہم کو عمل کرنا ہے، عشق ومحبت کی یہی علامت ہے، اور تشقیق کرنا یعنی بعض باتوں پر عمل کرنا اور بعض پر عمل نہ کرنا یہ شانِ عشق کے خلاف ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کا واقعہ

حضور ﷺ کے صحابی حضرت عبداللہ بن عمر ایک مرتبہ سفر میں تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں اونٹ پر سے اترے اور ایک مقام پر جا کر اس طرح بیٹھ گئے جیسے پیشاب کررہے ہوں، لیکن نہ پیشاب کیا نہ استنجاء، لوگوں نے آپ سے اسکی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ مجھے پیشاب کا تقاضا نہ تھا لیکن ایک مرتبہ حضور ﷺ اسی راستہ سے گذر رہے تھے اور اس مقام پر اتر کر آپ نے پیشاب فرمایا تھا اس لئے میں نے بھی ایسا کیا، اس کو کہتے ہیں عشق اور یہ ہے محبت کی علامت۔ طلباء سے فرمایا کہ تم لوگ دورہ ٔحدیث کی پہلی جماعت ہو تم لوگوں کو اور زیادہ اہتمام کرنا چاہئے جیسے تم لوگ ہوگے بعد والے بھی ایسے ہی نکلیں گے، بعد والوں پر پہلے والوں کا اثر پڑتا ہے۔

علم میں کامیابی کی شرط تصحیح نیت

فرمایا کوئی بھی علم وفن ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کو حاصل کرنے سے پہلے اپنی نیت درست کرے، جب تک نیت درست نہ ہوگی اس علم میں کامیابی حاصل نہ ہوگی اور نہ ہی اس کا مقصد حاصل ہوگا، آدمی جیسی نیت کرے گا ویسا ہی اس کا ثمرہ ظاہر ہوگا، اگر خدا کی رضا وخوشنودی کی نیت ہوگی تو اللہ کی رضا حاصل ہوگی، اس کے علاوہ دوسری نیتیں نام نمود، شہرت کی یا اور کوئی نیت ہو وہ سب اغراض فاسدہ ہیں۔

اصل نیت جو ہونا چاہئے وہ تو ایک ہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی، اس کے علاوہ جو بھی نیت ہوگی وہ فاسد ہوگی، جو راستہ صحیح اور حق ہوتا ہے وہ ایک ہی ہوتا ہے اور متعین ہوتا ہے، وَأَنَّ هٰذا صِرَاطِي مُسْتَقِيماً فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ. سیدھا راستہ تو ایک ہی ہے اس کے علاوہ جتنے راستے ہیں وہ سب گمراہی کے ہیں سُبُلُ جمع کا لفظ ہے جسکا عدد متعین نہیں کیونکہ جمع میں اقل کا عدد تو متعین

ہوتا ہے اور اکثر کی تعیین نہیں ہوتی، پتہ نہیں کتنے راستے ہوں گے جو سیدھی راہ سے ہٹانے والے ہوں گے، حق راستہ کے علاوہ جو بھی راستہ ہوگا وہ گمراہی کا راستہ ہوگا۔

اسلئے صحیح نیت تو صرف ایک ہوگی وہ یہ کہ اس پڑھنے پڑھانے سے اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی حاصل ہوجائے، اس کے علاوہ جو بھی نیت ہوگی وہ فاسد ہوگی اور اتباع سنت، احیاء سنت کی نیت سے یا علم حدیث کو شرعی حکم سمجھ کر حاصل کرنے یا ثواب کی نیت سے یا یہ کہ مجھے اس کے ذریعہ عمل کی توفیق ہو سب اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی میں شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی حاصل ہونے کی علامت

جب صحیح نیت متعین ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا تو یہ اسی وقت حاصل ہوگا جب اس کے فیصلوں پر راضی رہا جائے، جب اس کو راضی کرنا ہے تو اس کے فیصلوں پر قانع رہنا چاہئے، اس نے ہمارے حق میں جو فیصلہ کردیا ہے وہی ہمارے لئے بہتر ہے، اب ادھر ادھر نگاہ اٹھا کر نہ دیکھے، ادھر ادھر نہ بھاگے، اللہ نے جہاں بھیج دیا ہے یقین رکھے کہ ہمارے لئے یہی بہتر تھا، اور ہم کو اسی جگہ سے فائدہ حاصل ہونا ہے ہمیں جو کچھ ملے گا اسی در اور اسی ادارہ سے ملے گا، دورہ حدیث نا معلوم کہاں کہاں ہوتا ہے اور تم لوگوں نے معلوم نہیں کہاں کہاں کی نیت کی ہوگی، کہاں کہاں بھٹکے پھرے ہوگے لیکن ہوا وہی جو اللہ نے فیصلہ کیا، اللہ نے ہمارے لئے یہی مقدر کر رکھا تھا لہذا اب اسی کی تقدیر پر قناعت کرنا چاہئے، اور اسی میں راضی رہنا چاہئے، اب اس میں یہ تردد نہ ہونا چاہئے کہ اگر فلاں جگہ جاتے تو اچھا ہوتا، فلاں جگہ دورہ ایسا ہوتا ہے، ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ "لو" یعنی "اگر مگر" (کہ اگر ایسا ہوتا تو ایسا ہوتا) یہ سب شیطانی چالیں ہیں، شیطان کے بہکانے کے طریقے ہیں وہ اس طرح بھی بہکاتا ہے۔

کامیابی کا طریقہ یہی ہے کہ اللہ نے ہمارے لئے جو فیصلہ کردیا اور جہاں

ہم کو پہنچادیا اسی میں اپنی بھلائی سمجھیں، یہی طریقہ ہے جس سے اللہ کے بندے کہاں سے کہاں پہنچے۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کی حکایت

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب جو حضرت گنگوھیؒ کے خلیفہ ہیں ان کی خدمت میں شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری تشریف لے گئے۔اور اپنا مقصد ظاہر کیا، شاہ عبد الرحیم صاحب نے فرمایا میرے پاس کیوں آئے ہو مجھ سے بڑے لوگ موجود ہیں حضرت گنگوھی حیات ہیں ان کے پاس کیوں نہیں جاتے، شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا میں سب جانتا ہوں اور مجھے معلوم ہے، ان سب کی عظمت واحترام میرے دل میں ہے لیکن مجھے تو اللہ نے آپ ہی کے پاس بھیجا ہے۔اور اللہ نے میرے دل میں آپ ہی کی عقیدت پیدا فرمادی ہے مجھے تو اب جو کچھ ملنا ہے وہ حضرت ہی کی جوتیوں کے طفیل اسی در سے ملے گا، اس لئے یہیں آیا ہوں۔

دینے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے

بڑے بڑے علماء کیسے ہوتے تھے

پہلے زمانہ میں کہاں اس طرح کے بڑے بڑے مدرسے اور دارالعلوم تھے لوگوں نے ایک ایک استاد سے علم حاصل کیا اور کہیں سے کہیں پہنچے، حضرت مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محلیؒ نے اپنے والد صاحب ہی سے علم حاصل کیا جن کی نظیر نہیں ملتی، دینے والی ذات تو اللہ تعالیٰ کی ہے، جس کو دیتا ہے وہی دیتا ہے، استاد اور ادارہ کسی کو کیا دیتا، استاد اور مدرسہ تو صرف وسیلہ اور سبب ہوتا ہے، اس لئے تعلیم شروع کرنے سے

پہلے ہی اپنی نیت درست کرلو،اور نیت کی درستگی یہی ہے کہ اللہ کی خوشنودی ہی مقصود ہو،اور اللہ کی خوشنودی اسی وقت حاصل ہوگی جب اس کے فیصلہ پر راضی رہا جائے کہ اس نے ہمارے لئے جو مقدر کیا ہے اسی میں ہماری بھلائی ہے،اور یہ سوچ لینا چاہئے کہ اب تو جو کچھ ہونا ہے یہیں سے ہونا ہے، جو کچھ ملنا ہے اسی در سے ملنا ہے،استعداد بنے گی تو یہیں سے ،کامیابی حاصل ہوگی تو اسی در سے،اب تو کامیابی حاصل کرنے کی صورتیں اوراس کے اسباب اختیار کرو۔

اورسب سے پہلی بات یہ کہ اپنی نیت درست کرو، کسی عمل میں روح اور جان پیدا نہیں ہوسکتی جب تک کہ نیت میں اخلاص نہ ہو،اسی لئے امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں سب سے پہلے تصحیح نیت کے واسطے حدیث ''**انما الاعمال بالنیات**'' کو ذکر فرمایا ہے۔

بڑے اداروں میں جانے کی تمنا کرنا

بڑے اداروں میں جانے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن جانے سے پہلے اپنی نیت کا جائزہ لینا چاہئے کہ کیوں جارہے ہیں،اگر یہ نیت ہے کہ وہاں بڑے بڑے لوگ اور کاملین موجود ہیں،وہاں جا کر فائدہ زیادہ ہوگا تو ٹھیک ہے،اس نیت کے ساتھ جانے میں کوئی حرج نہیں لیکن اگراس نیت سے جارہا ہے کہ بڑی جگہ کی نسبت بھی بڑی ہوتی ہے،نام بھی بڑا ہوگا وہاں کی سند مانی جاتی ہے ،علیگڑھ طبیہ کالج میں داخلہ آسانی سے ہوجائے گا، وہاں کا سند یافتہ بی اے کا امتحان دے سکتا ہے،اگر دل میں اس قسم کے خیالات ہیں تو بس شیطان یہیں سے دروازہ کھولتا ہے اور یہیں سے اچھے اچھے لوگوں کو اچک لیتا ہے۔

فاسد نیت سے علم حاصل کرنے کا وبال

اور اس نیت سے جو علم حاصل کیا جائیگا یہ وہی علم ہوگا جس کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص نے علم دین کو کسی دنیاوی غرض سے حاصل کیا ایسے شخص کو جنت کی ہوا بھی نہ لگے گی۔

کسی بڑے ادارے میں جانے کی ممانعت نہیں ہے لیکن جانے سے پہلے اپنے دل کو ٹٹولو! اپنی نیت کو بھی دیکھو کہ کیوں جا رہے ہو؟

تصحیح نیت کا اہتمام نہ ہونے کی وجہ سے آج ہزاروں کی تعداد میں طلباء ہر سال فارغ ہوتے ہیں اور نہ معلوم سب کہاں چلے جاتے ہیں، تصحیح نیت کے ساتھ جو بھی علم حاصل کیا جائیگا اس میں ایک نور ہوگا، روشنی ہوگی، لوگوں کو فیض پہنچے گا۔

ایک ٹمٹماتا ہوا چراغ جس سے روشنی ہو رہی ہو وہ اس گیس سے بہتر ہے جسکا منٹر پھوٹا ہوا ہو، ہزار واٹ کا بلب جو فیوز ہو چکا ہو وہ کس کام کا ہے جس سے روشنی حاصل نہ ہو اس سے ہزار درجہ بہتر ہے چھوٹا سا چراغ جس سے کچھ تو روشنی حاصل ہوتی ہے۔

بلب کا پاور بہت ہو ایک نہیں سیکڑوں بلب لگے ہوں لیکن کنکشن صحیح نہ ہو سارے بلب بیکار ہیں اس میں نام کو بھی روشنی نہ ہوگی، اس سے بہتر تو چھوٹا سا چراغ ہے۔ چونکہ بلب کا کنکشن صحیح نہیں اس لئے اس سے کوئی فائدہ نہیں، جو روشنی اس سے حاصل ہونا چاہیئے وہ نہیں حاصل ہو سکتی۔

ہمارا بھی اگر کنکشن صحیح ہوگا یعنی علم حاصل کرنے سے پہلے اپنی نیت کو درست کر لیں اور اللہ نے ہمارے لئے جو فیصلہ کر دیا اس پر راضی رہیں تو ہمارا کنکشن صحیح رہے گا اور ہماری ذات سے بھی لوگوں کو فیض پہنچے گا۔

چھوٹے اداروں کی اہمیت

کیا ایسا نہیں ہوتا کہ بڑی دوکان میں کوئی سامان نہ ملے اور چھوٹی دکان میں وہی سامان مل جائے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بڑے دواخانوں میں کوئی دوا نہیں ملتی اور چھوٹے دواخانوں میں مل جاتی ہے، بسا اوقات بڑے اسپتالوں میں، ممبئی، کلکتہ دہلی کے علاج سے فائدہ نہیں ہوتا لیکن دیہات کے چھوٹے ڈاکٹروں سے چند خوراک میں فائدہ ہوجاتا ہے۔

کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں کرسکتا کہ چھوٹے اداروں اور چھوٹے لوگوں کے منھ سے وہ بات کہلوادے جو بڑوں کے دل میں بھی نہ آئے، دینے والی تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، شاید اللہ کو یہی ادا پسند آجائے کہ ہم چھوٹے ہیں، چھوٹے ادارہ میں چھوٹوں سے پڑھتے ہیں، اگر یہ ادا ہی اللہ کو پسند آجائے تو بیڑہ پار ہے، کتنے اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ انہوں نے چھوٹے اداروں میں رہ کر علم دین حاصل کیا، بڑے اداروں کی شکل بھی نہیں دیکھی لیکن اللہ نے ان سے کام لیا اور اپنے وقت کے وہ امام اور شیخ الحدیث بنے، کتنے ایسے ہیں کہ ان کی علمی استعداد کچھ بھی نہیں لیکن اخلاص کی بدولت بہت بڑا کام کررہے ہیں اور ان کی ذات سے ہزاروں کو فیض پہنچ رہا ہے، اور کتنے باصلاحیت ذی استعداد ایسے ہیں کہ ایک ایک مسئلہ میں گھنٹوں تقریر کرسکتے ہیں لیکن دکانوں میں بیٹھ کر تیل بیچ رہے ہیں، اور یہ نوبت اسی وقت آتی ہے جبکہ علم دین حاصل کرنے سے قبل تصحیح نیت کا اہتمام نہ کیا جائے، نیت میں کھوٹ ہو، اور کبھی بعد میں کوتاہی ہوجاتی ہے کبھی زمانہ طالب علمی میں کوئی ایسی کوتاہی ہوجاتی ہے جس کے نتیجہ میں اللہ پاک دین کی خدمت سے محروم فرمادیتا ہے، یہ تو ایک طرح کا اللہ کی طرف سے عذاب ہوتا ہے، اس لئے تصحیح

نیت کا اہتمام بہت ضروری ہے، ہر شخص اپنی نیت کا جائزہ لے، اعمال جڑے ہو ئے ہیں نیت کے ساتھ، اعمال کا ثمرہ اور اسکا نفع ونقصان نیت ہی کے ساتھ مربوط ہے، جیسی نیت ہوگی ویسا ہی اسکا ثمرہ ہوگا، بس اب خدا سے مانگنا ہے، اس کے فیصلہ پر راضی رہنا ہے، اور کامیابی کا راستہ اختیار کرنا ہے، کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ چھوٹوں کے منھ سے ایسی بات کہلوادے جہاں تک بڑوں کا بھی ذہن نہ پہنچے، دینے والی ذات تو اللہ تعالیٰ کی ہے وہ جتنا چاہے دے، اور جس واسطے سے چاہے دے۔

لمبی چوڑی تقریر کی تمنا کرنا

دوران گفتگو لمبی چوڑی تقریروں کا ذکر ہوا، حضرت نے فرمایا ارے تقریریں کس کو یاد رہتی ہیں، پہلے تو تقریروں کا بالکل رواج ہی نہ تھا، حضرت گنگوہیؒ حدیث شریف پڑھاتے تھے ان کے یہاں بھی لمبی چوڑی تقریر نہ ہوتی تھی ”لامع الدراری“ موجود ہے دیکھ لو اس میں کیسی تقریر ہے، یہ سلسلہ چلا ہے علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے، اللہ نے ان کو علم، ذہانت سب کچھ دیا تھا وہ مطالعہ کرتے تھے اور سب کچھ ان کو یاد بھی رہتا تھا اس لئے بیان کرتے چلے جاتے تھے، جیسے سیلاب جب امنڈتا ہے اس کا روکنا مشکل ہوتا ہے ایسا ہی ان کا حال تھا، لیکن ہر ایک کے پاس نہ تو اتنا علم ہے اور نہ ہر ایک کا ایسا حافظہ ہے لیکن اب ہر پڑھانے والا یہی سمجھتا ہے کہ میں بھی علامہ انور شاہ کشمیری بن جاؤں، اگر کسی مسئلہ میں شاہ صاحب نے دس دن تقریر کی ہے تو یہ کوشش کرتا ہے کہ میں بارہ دن تقریر کروں، شاہ صاحب کی تو واقعی علمی تقریر ہوتی تھی اور اب تو زیادہ تر وقت گزاری ہوتی ہے، ان تقریروں میں زیادہ فائدہ نہیں جو اصل چیز ہے حدیث کا نور ہے اس کو حاصل کرنا چاہئے۔

بخاری شریف میں اصل پڑھانے کی چیز

بخاری شریف میں اب تو بہت لمبی تقریروں کا رواج ہو گیا ہے ورنہ اصل چیز جو اس میں پڑھانے کی ہوتی ہے وہ ہے امام بخاری کا قائم کردہ باب وعنوان، اور حدیث سے اس کی مناسبت، کبھی عنوان، (ترجمۃ الباب) ایسا ہوتا ہے کہ حدیث کے کسی جزء سے بھی بظاہر اس باب کا ثبوت نہیں ہوتا اور کبھی باب وحدیث میں کوئی مناسبت نظر نہیں آتی، ایسے موقع پر ثابت کرنا پڑتا ہے اور ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت بیان کی جاتی ہے، اور پھر وہ حدیث اگر احناف کے خلاف ہے تو اس کی مختصر توجیہ، یہ طریقہ تھا ہمارے اکابر کا وہ حضرات لمبی چوڑی تقریریں نہیں کیا کرتے تھے، حضرت شیخ الھند، شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دھلویؒ، حضرت گنگوھیؒ سب کا یہی طریقہ تھا، اب لوگوں نے اس طرز کو چھوڑ دیا۔

دیانت داری کا تقاضہ

میں بھی انشاء اللہ پڑھاؤں گا تو خیانت تو نہیں کروں گا، اپنی صلاحیت واستعداد کے اعتبار سے تقریریں بھی ہوں گی بحثیں بھی ہوں گی لیکن اسکو مقصود نہ سمجھیں، اصل چیز حدیث سے جو حاصل کرنے کی ہے وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی اور آپ کے اخلاق حسنہ ہمارے اندر آجائیں۔

مجھ سے جتنا ہو سکے گا اپنی طرف سے محنت کرنے میں کسر نہ اٹھا رکھوں گا، مطالعہ کروں گا، جو بات سمجھ میں نہ آئے گی صاف صاف کہدوں گا کہ میری سمجھ میں نہیں

آیا، یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ جو بات معلوم نہ ہو صاف کہہ دے کہ یہ میری سمجھ میں نہیں آیا، اس میں عار کی کیا بات ہے، کیا ہر ایک کو ہر بات سمجھ ہی میں آجاتی ہے، اسلئے جو بات میری سمجھ میں نہ آئے گی صاف کہد دوں گا کہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔

اب تو میرا بڑھاپا آگیا اگر دس سال پہلے دورہ شروع ہوتا تو اس وقت اچھا ہوتا، پہلے سوچا ہی نہ تھا، اس وقت مطالعہ کرنے اور محنت کرنے کی قوت تھی، حافظہ بھی قوی تھا اب تو حافظہ کمزور ہو گیا ہے، لیکن اللہ کو منظور نہیں تھا اسی میں خیر و مصلحت ہو گی، اللہ کی طرف سے جو فیصلہ ہو وہی بہتر ہے۔

اخیر عمر کا وظیفہ اور تحدیث نعمت

فرمایا ہمارے اکابر کا یہی حال رہا ہے کہ اخیر عمر میں تمام علوم سے یکسو ہو کر حدیث ہی سے اشتغال رکھتے تھے، اللہ کا شکر ہے اس نے مجھے بھی اخیر عمر میں حدیث میں لگایا، یہ سب اللہ کا کرم ہے، ورنہ کہاں میں اور کہاں بخاری، میرے خواب میں بھی نہیں تھا اور میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میں بخاری شریف پڑھاؤں گا، یہ فرما کر حضرت کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔اور فرمایا کہ جس کو جو کچھ کرنا ہو زندگی میں کر لے اخیر عمر میں تو تسبیح خود بخود ہاتھ میں آجاتی ہے۔

حدیث پاک پڑھنے کا ایک اہم ادب

طلباء کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: اس کی کوشش کرو کہ باوضو حدیث پڑھو، کوئی بھی کتاب ہو ہر کتاب باوضو پڑھنا چاہئے اور حدیث میں خاص طور پر اس کا لحاظ رکھنا

چاہئے، اور جب حدیث پڑھنے جائیں تو پہلے دو رکعت نماز پڑھ کر جائیں اور دعاء کریں کہ اے پرودگار حدیث پاک کا نور نصیب فرما، اس نعمت سے ہم کو محروم نہ فرما، یہی نماز اشراق کی بھی ہو جائے گی، نماز پڑھ کر درود شریف پڑھتے ہوئے درسگاہ جائیں اور ادب کے ساتھ بیٹھ کر، عظمت کے ساتھ عمل کی نیت سے سنیں پھر دیکھو اللہ تعالیٰ نوازتا ہے یا نہیں، دورۂ حدیث پڑھنے والوں کو چاہئے کہ راستہ چلتے پھرتے کثرت سے ودود شریف پڑھتے رہا کریں۔

دوسرے موقع پر حضرت نے تحریر فرمایا: (طالب علم) اگر چاشت واشراق کے وقت کم از کم دو رکعتیں پڑھ لیا کرے، اور رات کو اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ کر مطالعہ کتب میں مشغول ہو جایا کرے، اور حدیث پڑھنے والے بجائے فضول باتوں کے چلتے پھرتے زبان سے درود شریف پڑھتے رہا کریں تو بتلائے ان کی تعلیم میں کون سا حرج واقع ہوتا ہے؟ اگر خیال کیا جائے تو (ایسا کرنے سے) ان شاء اللہ ایسی صورتیں خود بخود ذہن میں آنے لگیں گی جن سے طلبہ میں نور عبادت اور حلاوت ذکر بھی پیدا ہو جائے اور تعلیم میں بھی کوئی کمی کسی قسم کی نہ آنے پائے۔ (آداب المتعلمین ۷۹)

اس کے بعد حضرت نے امام بخاری کے مختصر حالات بیان فرمائے۔

امام بخاریؒ کے چند خصوصی اوصاف وکمالات اوران کی مقبولیت کے اسباب، والدین کی دعاء کا اثر

فرمایا: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نابینا تھے ان کی والدہ کو اس کا بہت صدمہ تھا ہر وقت مغموم رہتیں اور اللہ تعالیٰ سے ان کی بینائی کی دعا کیا کرتی تھیں ایک روز غم کی

حالت میں سوگئیں، خواب میں حضرت ابراھیم علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں کہ تمہارے بیٹے اسماعیل کو اللہ نے آنکھیں دیدیں، جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ واقعی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں روشن تھیں، یہ امام بخاریؒ کی ماں کی دعاء کی برکت کا ثمرہ تھا

والدین کی دعاء میں اللہ نے بڑی تاثیر رکھی ہے، والدین کی دعاء بھی جلد قبول ہوتی ہے اور بددعا بھی اسلئے ہمیشہ ہر شخص کو اس کی کوشش کرنا چاہئے کہ والدین کی دعائیں حاصل کرے، بددعاؤں سے ہمیشہ بچتے رہنا چاہئے۔

امام بخاریؒ کی ماں کی دعاء ہی کا اثر تھا کہ اللہ نے امام بخاریؒ کو ایسی قوت بینائی نصیب فرمائی تھی کہ تاریخ کبیر کا مسودہ چاند کی روشنی میں تیار کیا تھا، اپنی والدہ کی بہت خدمت کرتے تھے، اپنی والدہ کو حج کرایا، پھر مدینہ پاک میں قیام فرمایا اور ان کے بھائی والدہ کو لے کر واپس آگئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا فضل وکمال وذہانت

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا شہرہ تھا، جب بغداد پہنچے تو پورے بغداد میں ان کی شہرت پھیل گئی وہاں کے اہل علم نے امام بخاریؒ کا امتحان لینا چاہا چنانچہ دس آدمی منتخب ہوئے اور دس حدیثیں تلاش کیں، کسی کی سند، کسی کی حدیث، ایک حدیث کے متن کو دوسری حدیث کی سند کے ساتھ خلط ملط کردیا، اور اب امام بخاریؒ کا امتحان ہوا، بہت دور دور سے لوگ دیکھنے آئے، کافی مجمع ہوگیا، ایک ایک کر کے ہر شخص نے ایک ایک حدیث پیش کی اور سب کے جواب میں امام بخاریؒ نے فرمایا "لا ادری" مجھے نہیں معلوم، لوگ کہنے لگے بڑی شہرت سنی تھی ان کو تو کچھ بھی نہیں آتا، لیکن جو سمجھدار

تھے وہ سمجھ رہے تھے کیونکہ اس سند کے ساتھ واقعی یہ حدیث نہیں ہے، جب دسوں آدمی اپنے سوال سے فارغ ہو چکے اس وقت امام بخاریؒ نے فرمایا پہلا شخص جو آیا اس نے یہ حدیث پیش کی اور اس کے ساتھ یہ سند پڑھی اس میں یہ غلطی کی ہے یہ حدیث اس سند کے ساتھ مروی ہے، اس کے بعد دوسرا شخص آیا اسنے یہ حدیث پڑھی اور اس کی سند میں یہ خلط ملط کیا اس سند کے ساتھ یہ حدیث اس طرح مروی ہے، اس طرح ایک ایک کر کے ترتیب وار ہر شخص کے متعلق فرماتے رہے کہ فلاں نے یہ حدیث اس سند کے ساتھ پڑھی اور یہ غلطی کی، صحیح سند یہ ہے ہر حدیث کی سند اور متن پڑھ کر بتلاتے گئے لوگ حیرت میں رہ گئے۔

امام بخاریؒ کو یہ مقام والدہ کی خدمت اور ان کی دعاء کی وجہ سے نصیب ہوا

واقعی امام بخاریؒ کا بہت اونچا مقام ہے لیکن دیکھنے کی بات یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے یہ مقام کیوں نصیب فرمایا اور اس مقام تک آپ کیسے پہنچے، اس زمانہ میں بہت سے علماء و محدثین تھے ان کو یہ مقام کیوں نہیں نصیب ہوا؟

یہ صرف والدہ کی خدمت اور والدہ کی دعاء کا اثر تھا، والدہ کی دعاء کی برکت اور اس کا ثمرہ تھا، انہوں نے اپنی والدہ کی بہت خدمت کی، والدہ کی خدمت اور ان کی دعاؤں نے ان کو یہاں تک پہنچا دیا، ماں باپ کی دعاء بہت جلد قبول ہوتی ہے اس لئے ہمیشہ ان کی دعائیں لیتے رہنا چاہئے، اور جس طرح ان کی دعائیں لگتی ہیں بددعائیں بھی بہت جلد لگتی ہیں۔

والدہ کی بددعاء کا اثر اور عبرتناک واقعہ

تاریخ کی کتابوں میں قصہ لکھا ہے کہ ایک شخص نے حج نفل کا ارادہ کیا اور والدہ کمزور خدمت کی محتاج تھیں، والدہ نے منع کیا بیٹا حج کرنے نہ جاؤ، میرے پاس کون رہے گا، لیکن بیٹا نہیں مانا، اور من مانی کر کے چلدیا، ماں نے بددعاء کی کہ اللہ تجھے کسی آزمائش میں مبتلا کرے، بیٹا سفر حج کیلئے روانہ ہوگیا اتفاق کی بات کہ قافلہ اس سے چھوٹ گیا، تنہا پیچھے رہ گیا، رات کو ایک مسجد میں قیام کیا، اتفاق سے اس محلّہ میں چوری ہوگئی چور بھاگا اور سیدھے مسجد میں جا کر گھسا اور مسجد سے نکل کر بھی کود کر بھاگ گیا، لوگوں نے چور کا تعاقب کیا چور کی تلاش میں پیچھے پیچھے دوڑ رہے تھے، چور کو مسجد کے اندر گھستا ہوا دیکھ کر مسجد کے اندر گئے، چور تو وہاں سے بھاگ چکا تھا یہ حضرت مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے، بس نماز ہی کی حالت میں سر میں جوتے پڑنے شروع ہوگئے کہ کمبخت چوری کرتا ہے اور نماز پڑھتا ہے، تلاشی لی گئی حج کرنے تو جا ہی رہے تھے اچھا خاصا مال واسباب موجود تھا، اور یقین ہوگیا کہ یہی چور ہے، پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے گئے بادشاہ نے سخت سزا دی، اور منھ کالا کر کے پورے شہر میں گھمایا گیا، اور یہ اعلان کرایا گیا کہ جو شخص نیک لوگوں کی شکل بنا کر نیکوں کا لباس پہن کر چوری کرتا ہے اس کی یہی سزا ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، جب شہر میں گھمایا جانے لگا اور اعلان ہوا، تو اس نے کہا کہ یہ اعلان نہ کرو بلکہ یہ اعلان کرو جو ماں کی نافرمانی کرے، بوڑھی کمزور ماں کو تنہا چھوڑ کر نفلی حج کرے اس کی یہی سزا ہے، اعلان کرنے والوں نے کہا کہ بادشاہ نے اس طرح کے اعلان کا حکم دیا ہے، اس نے کہا کہ ساتھ میں یہ بھی اعلان کرو جو میں کہہ رہا ہوں، بعد میں بادشاہ کو اسکی اطلاع کی گئی کہ اس کے اصرار کی بنا پر ساتھ میں یہ بھی اعلان کیا ہے کہ

جو ماں کی نافرمانی کرے اس کی یہ سزا ہے، بادشاہ نے بلا کر اس کی وجہ پوچھی اس نے صاف صاف پورا قصہ بتلا دیا کہ میں چور نہیں ہوں، میں حج کرنے جا رہا تھا میری والدہ نے مجھے منع کیا میں نے نہیں مانا، میری ماں نے مجھے بددعاء دی یہ اس کی سزا میں بھگت رہا ہوں، بادشاہ بڑا شرمندہ ہوا نیک طبیعت کا تھا، بادشاہ نے اس سے معافی مانگی اس نے کہا اس میں آپ کا کیا قصور یہ سزا تو خدا کی طرف سے آئی ہے جو میرے لئے مقدر تھی وہ مجھے مل کر رہی، اب یہ گھر واپس ہوا اور اپنی ماں کے قدموں میں جا کر گر پڑا اور معافی مانگی کہ مجھ سے قصور ہوا میں نے نافرمانی کی، اسکی سزا بھگتی مجھے معاف کر دیجئے، ماں ماں ہی ہوتی ہے، ماں نے دعاء کی پروردگار اس نے میری نافرمانی کی تھی میں نے اس کو معاف کیا تو بھی اس کو معاف کر دے، میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا، پھر ماں نے دعاء کی یا اللہ اس کے ہاتھ کو صحیح سلامت لوٹا دے چنانچہ اللہ نے اس کے ہاتھ پھر لوٹا دیئے، یہ اثر ہوتا ہے ماں باپ کی دعا کا، ماں باپ کی خدمت کر کے، ان کی دعائیں لے کر آدمی کہیں سے کہیں پہنچتا ہے۔

اور ان کی نافرمانی کر کے ہلاکت وتباہی کے گڑھے میں بھی گر جاتا ہے۔ ہمیشہ ماں باپ کی دعائیں لیتے رہنا چاہئے اور ان کی بددعاؤں سے بچتے رہنا چاہئے۔

امام بخاریؒ کی زمانہ طالب علمی میں مجاہدانہ زندگی

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سی خصوصیات ہیں، دس سال کی عمر میں ان کو ستر ہزار حدیثیں یاد تھیں، ۱۶ برس کی عمر میں سفر حج کیا، بصرہ میں امام بخاریؒ کے ایک ساتھی تھے، دونوں ساتھ میں علم حدیث حاصل کرتے، ایک مرتبہ امام بخاری تین روز تک تشریف نہیں لائے ان کے ساتھی ان سے ملاقات کے لئے گئے کہ کیا بات ہوگئی پڑھنے کیوں نہیں آئے، معلوم ہوا کہ ان کے پاس اس وقت کوئی سامان نہیں، کپڑے

وغیرہ بھی نہیں، قرض ہو گیا تھا جسکی وجہ سے پہننے کے کپڑے بھی بیچنے پڑے۔

ایک مرتبہ تین دن تک کچھ نہیں کھایا، فقر وفاقہ کے ساتھ کبھی گھاس وغیرہ کھا کر علم دین حاصل کیا، چالیس برس تک بغیر سالن کے سوکھی روٹی کھائی ہے جس کی وجہ سے معدہ کے اندر خشکی پیدا ہو گئی، اطباء نے دیکھ کر تجویز کیا تھا کہ یہ خشکی بغیر سالن کے مسلسل سوکھی روٹی کھانے سے پیدا ہو گئی ہے بعد میں نمک کے ساتھ روٹی کھانے لگے تھے۔

خوف خدا اور صبر و حلم

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اندر صبر وتحمل کا مادہ بہت تھا، ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ دوات پر باندی کا پیر لگ گیا دوات گر گئی، امام بخاری نے ڈانٹا کہ دیکھ کر نہیں چلتی، باندی نے جواب دیا کہ نکلنے کی جگہ ہی نہ تھی، امام بخاریؒ نے ڈانٹ دیا، پھر اس ڈانٹ کا ان پر اتنا اثر ہوا کہ اس کو آزاد ہی کر دیا اور یہ سوچا کہ اس ڈانٹ کی تلافی اور اس کی خوشی اسی طرح ہو سکتی ہے کہ اس کو بالکل آزاد کر دیا جائے یہ وہی شخص کر سکتا ہے جسکے اندر خدا کا خوف ہو، حقوق العباد کا معاملہ بہت سنگین ہے، حضور ﷺ نے انتقال کے وقت وصیت فرمائی تھی "الصلوٰۃ وماملکت ایمانکم" یعنی اپنے ماتحتوں غلاموں اور باندیوں کا خیال رکھنا، نماز کی پابندی کا خیال رکھنا، یہ اسکا اثر تھا۔

مخلوق کے ساتھ شفقت و ہمدردی

اللہ تعالیٰ نے امام بخاریؒ کو بعد میں کافی مال بھی عطا فرمایا، باپ کے ترکہ سے بھی کافی مال ملا تھا، لیکن اس مال کو صرف اپنے اوپر خرچ نہ کرتے تھے بلکہ، غریبوں، یتیموں بیوہ عورتوں کی امداد بھی کرتے تھے لوگوں کو قرض دیتے، ایک مرتبہ ایک شخص نے امام بخاریؒ سے قرض لیا اور کسی طرح دینے کو تیار نہ تھا لوگوں نے کہا کہ اگر

آپ وہاں جا کر اطلاع کر دیں تو اس کے ہاتھ پیر باندھ دیئے جائیں اور لوگ قرض بھی وصول کرلیں گے لیکن امام بخاریؒ نے اس کو گوارہ نہیں کیا کہ میری وجہ سے کسی بھائی کی ذلت ورسوائی ہو، اپنا نقصان برداشت کرلیا لیکن دوسرے کو ذلیل کرنا برداشت نہیں کیا، اللہ کے نیک بندے ایسے ہی ہوتے ہیں جو مخلوق پر رحم وکرم اور شفقت کا معاملہ کرتے ہیں۔

ایک بزرگ کی حکایت

ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ وہ بیمار پڑ گئے لوگ ان کی عیادت کے لئے کافی دور دور سے آتے تھے، لیکن کچھ لوگ ایسے تھے جن کے اوپر ان بزرگ کا قرض تھا اور ان پر بڑا احسان تھا وہ لوگ نہیں آئے بزرگ صاحب نے لوگوں سے پوچھا کہ بہت سے لوگ تو آئے ہیں لیکن فلاں فلاں صاحب نہیں آئے، لوگوں سے اس کی وجہ پوچھی لوگوں نے بتلایا کہ ان کو آپ کے پاس آتے ہوئے شرم آتی ہے کیونکہ وہ مقروض ہیں اور ان کے پاس ادائیگی کی ابھی کوئی سبیل نہیں ہے ان بزرگ نے فرمایا **لاحول و لاقوۃ الا باللّٰہ** یہ مال دولت ہے کہ اس کی وجہ سے لوگ حضور ﷺ کی سنت (عیادت) سے محروم ہو رہے ہیں، میرے پاس مارے ڈر کے نہیں آتے، عیادت کے ثواب سے محروم ہیں، جاؤ اعلان کر دو کہ میرے اوپر جس جس کا قرض آتا ہے میں نے سب معاف کیا، اب کیا تھا پھر تو عیادت کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا یہ ہے حال اللہ کے نیک بندوں کا۔

حدیث کے مطابق عملی زندگی

حضرت امام بخاریؒ فرماتے تھے کہ جو حدیث بھی میرے سامنے آئی اس کے

مطابق میں نے عمل شروع کر دیا اس کی برکت سے احادیث یاد ہوگئیں، جس چیز کو انسان کو یاد کرنا ہو اس کے مطابق عمل کرنا شروع کر دے خود بخود یاد ہو جائے گی، اس کے یاد ہونے کا طریقہ ہی یہی ہے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے سنا کہ غیبت حرام ہے اس وقت سے میں نے کسی کی غیبت نہیں کی، یہ معمولی بات نہیں ہے، کہنا تو بہت آسان ہے لیکن عمل بہت مشکل ہے، غیبت ایسا گناہ ہے جو ہمارے معاشرے میں گھسا ہوا ہے، ہمارے حضرت (مولانا اسعد اللہ صاحب) رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی حال تھا کہ کسی کا تذکرہ ہی نہ فرماتے تھے اس واسطے کہ جہاں کسی کا تذکرہ ہوا گو اچھا ہی ذکر ہو تھوڑی دیر بعد اس کی برائی شروع ہو جاتی ہے، ہمارے حضرت کی مجلس میں اس قسم کی باتیں ہوتی ہی نہ تھیں۔

اتباع سنت کا جذبہ

امام بخاریؒ میں اتباع سنت کا جذبہ بہت تھا، حدیث میں جو کچھ پڑھتے اس کے مطابق عمل کرتے، ایک مرتبہ حدیث پاک میں پڑھا کہ حضور ﷺ نے تیر کمان چلایا ہے اور اس کی ترغیب بھی فرمائی ہے اس حدیث کی اتباع میں امام بخاریؒ میدان میں نکل کر تیر چلایا کرتے تھے، محض اس وجہ سے کہ یہ بھی سنت ہے اور حضور ﷺ نے تیر چلایا ہے۔

ایک مرتبہ تیر چلا رہے تھے اتفاق سے ان کی تیراندازی سے ایک پل کچھ نقصان ہوگیا، پل کی ایک میخ ٹوٹ گئی تھی، امام بخاریؒ کو بہت صدمہ ہوا، پل کے مالک کے پاس گئے اور کہا کہ یا تو آپ مجھ سے اسکا ضمان لے لیجئے یا مجھے اجازت دیجئے کہ

میں اسکو بنوادوں، مالک نے کہا کہ آپ نے قصداً تو نقصان کیا نہیں میں آپ سے ضمان نہیں لوں گا، اور اگر نقصان ہوا بھی تو آپ کے لئے تو میرا سارا مال جان قربان ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ص۴۴۴ ج۱۲)

مولانا اسماعیل شہیدؒ کا شوق جہاد اور اس کی تیاری

ہمارے تمام اکابر ہی تھے کہ حدیث میں جو پڑھتے اسکے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے مولانا اسماعیل شہیدؒ کا بھی یہی حال تھا کہ ایسی سنتیں جو مردہ ہو رہی تھیں جن پر لوگوں نے عمل چھوڑ دیا تھا ان کو زندہ فرماتے، اس پر عمل کرتے چنانچہ اسی جذبہ سے جہاد کی تیاری بھی شروع کی کیونکہ یہ سنت بھی مردہ ہو رہی تھی، جہاد کی تیاری اس طرح کرتے کہ تیز تپتی ہوئی دھوپ میں جامع مسجد کے صحن میں جلتے ہوئے گرم پتھر میں ننگے پاؤں چلنے کی مشق کرتے تھے، آگرہ سے دہلی تک جمنا میں تیر کر آتے اور دہلی سے آگرہ جاتے کہ اگر ایسا موقع آپڑے تو تیر بھی سکیں، تیرتے تیرتے تھک جائے تو تھوڑی دیر آرام کرتے اور پھر تیرنے لگتے، جب کسی چیز کا جذبہ ہوتا ہے تو سب چیزیں آسان ہو جاتی ہیں۔

جہاد کی تیاری کے واسطے گھوڑے پر سواری کرتے کبھی دو گھوڑے تیزی سے دوڑاتے اور چلتے چلتے کود کر دوسرے گھوڑے میں جا بیٹھتے کہ شاید کبھی اس کی نوبت آجائے کہ ایک گھوڑا زخمی ہو جائے اور دوسرے گھوڑے کی سواری کرنا پڑے، گھوڑے پر سوار ہو کر کبھی رومال نیچے ڈال دیتے اور چلتے ہوئے اس کو اٹھا لیتے کہ شاید کبھی ہتھیار نیچے گر جائے تو چلتے ہوئے نیچے سے اسکو اٹھانے کی مشق ہو جائے پھر اللہ نے ان سے

کام بھی لیا۔

کثرت عبادت

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ عبادت بہت کرتے تھے، رمضان میں تراویح خود سنایا کرتے تھے، تراویح کے بعد نصف رات تک پھر قرآن پاک پڑھتے رہتے جس میں تین دن میں قرآن پورا کرتے تھے، اس کے علاوہ دن میں روزانہ ایک قرآن پاک پورا کر لیتے تھے (سیر اعلام النبلاء ص ۴۴۰ ج ۱۲)

بزرگوں سے یہی چیزیں حاصل کی جاتی ہیں، اور ان حالات کے بتلانے کا یہی مقصد ہوتا ہے کہ اپنے اندر بھی ہم یہ اوصاف پیدا کریں۔

کسی کتاب کی مقبولیت کے اسباب اور بخاری شریف کی مقبولیت کی وجہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ اپنی کتاب میں جب حدیث نقل فرماتے تو حدیث لکھنے سے قبل دو رکعت نماز پڑھتے بعض لوگ کہتے ہیں کہ غسل کرتے نماز پڑھتے اور پھر حدیث لکھتے۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ حدیث لکھنے سے قبل مسجد نبوی میں روضہ مبارک کی طرف متوجہ ہوتے اور جب شرح صدر ہو جاتا اس وقت حدیث لکھتے۔

چونکہ بخاری شریف لکھنے میں دین کی اشاعت اور اتباع سنت کا جذبہ تھا اس وجہ سے یہ کتاب اتنی مقبول ہوئی، جس کتاب کے لکھنے میں سنت کا نور ہوتا ہے، اور اخلاص کے ساتھ دین کی اشاعت کے جذبہ سے لکھی جاتی ہے اس کی مقبولیت ہوتی

ہے،اور جو کتاب کسی فاسد نیت سے یا بطور مقابلہ کے لکھی جاتی ہے وہ مقبول نہیں ہوتی،مقبولیت تو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور یہ اسی وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ اخلاص ہو،للّٰہیت ہو،اتباع سنت کا اہتمام اور دین کی اشاعت کا جذبہ ہو۔

اسی طرح بعض درسی کتابیں اتنی مقبول ہیں اور ان کے پڑھنے پڑھانے میں اتنی تاثیر ہے کہ دوسری کتابوں سے وہ بات حاصل نہیں ہوتی وجہ اس کی یہی ہے کہ وہ انتہائی خلوص کے ساتھ لکھی گئی ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی نصاب (فضائل اعمال) محض دین کی اشاعت اور تبلیغ دین کے لئے لکھی گئی اسلئے ساری دنیا میں مقبول ہوئی۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بہشتی زیور اشاعتِ دین کی نیت سے انتہائی خلوص کے ساتھ اچھے جذبہ کے تحت لکھی گئی اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسی مقبولیت نصیب فرمائی کہ گھر گھر موجود ہے،مخالفین کے گھر میں بھی اس سے دیکھ کر مسائل بتائے جاتے ہیں،ایسی کتاب کو مقبولیت حاصل نہیں ہوتی جو کسی فاسد غرض سے یا مقابلہ اور مخالفت کے جذبہ سے لکھی گئی ہو،اور جو کتاب اچھی نیت کے ساتھ اشاعت دین کے جذبہ سے لکھی گئی ہو اللہ تعالیٰ اسکو مقبولیت نصیب فرماتا ہے۔

کام کرنے والے کی آزمائش اللہ کی طرف سے ہوتی ہے

امام بخاریؒ کا اتنا بلند مقام اتنی عظیم الشان شخصیت کہ جب بخارا پہنچے ہیں تو چار ہزار لوگ تو صرف ان کے استقبال کے لئے آئے تھے لیکن اس کے باوجود امام بخاریؒ کی شدید مخالفت ہوئی،اور ان کو ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑا کہ اللہ کی پناہ،آپ

کو ہر طرح ذلیل ورسوا کرنے اور بدنام کرنے کی کوشش کی گئی اور جب جب بھی اہل حق نے حق کا اظہار کیا تو اہل باطل نے اسکی مخالفت کی اور اہل حق کو بدنام اور ناکام کرنے کی کوشش کی۔

اہل حق کی مخالفت کس طرح ہوتی ہے

اور وہ مخالفت اس طرح ہوتی ہے کہ کسی بھی طریقہ سے ان کو بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ یہ تو ایسے ویسے ہیں، جب ایسے ویسے ہیں تو ان کی بات کا کیا اعتبار، یہ سب اسی واسطے کیا جاتا ہے تاکہ لوگ ان سے بدگمان ہوجائیں لوگوں کا اعتقاد ان سے ہٹ جائے، اس وقت ان کی بات کا اثر بھی نہ ہوگا، اور کوئی ان کی طرف متوجہ بھی نہ ہوگا، لوگ ان سے نفرت کریں گے دور بھاگیں گے، جھوٹ بات کو بھی اگر بار بار کہا جائے تو کچھ نہ کچھ تو اسکا اثر ہوتا ہی ہے، غلط بات کی جب تشہیر کی جائے گی تو کچھ نہ کچھ تو خیال اکثر لوگوں کے دل میں پیدا ہی ہونے لگتا ہے لیکن اس طرح کی سازش کرنے والوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔

اللہ والوں کو ستانے والوں کا انجام

بخارا کے حاکم نے امام بخاریؒ کے خلاف سازش کی اور اسکی وجہ صرف یہ ہوئی تھی کہ حاکم نے درخواست کی تھی میرے گھر پر آکر حدیث پڑھا دیا کریں، امام بخاریؒ اس پر تیار نہیں ہوئے بس اسی پر اس نے مخالفت شروع کردی، اور امام بخاریؒ کو ہر طرح سے بدنام کرنے کی کوشش کی، غلط قسم کے عقائد ان کی طرف منسوب کیے اور ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے کہ جس کی مخالفت کرنا ہو شیطان ان کو یہی سمجھاتا ہے کہ ان کو بدنام کردو، چنانچہ امام بخاریؒ کو بدنام کیا گیا بالآخر امام بخاریؒ تنگ آگئے اور بخارا کو چھوڑ

دیا، ہجرت فرما گئے اور یہ بدوعاء دے کر گئے کہ یا اللہ ان لوگوں نے میرے ساتھ جو کرنے کا ارادہ کیا (یعنی ذلت ورسوائی کا) وہ انہیں پر نازل فرما، امام بخاریؒ تو نکل کر چلے گئے لیکن اس حاکم کا انجام یہ ہوا کہ جلد ہی کسی معاملہ کی وجہ سے اس کو ذلیل ورسوا کیا گیا، وہ معزول بھی کیا گیا اور منھ کالا کر کے اسکو سڑکوں میں گھمایا گیا۔

(سیر اعلام النبلاء ۴۶۴-۱۲)

یہ انجام ہوتا ہے اللہ والوں کو ستانے اور پریشان کرنے کا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہے کہ ان کو بھی بدنام کرنے کی کوشش کی گئی کہ جب بدنام ہو جائیں گے اور لوگوں کا ان سے اعتماد اٹھ جائے گا تو کوئی ان کی بات ماننے کو تیار نہ ہوگا، چنانچہ قارون نے ایک عورت کو مال کا لالچ دے کر اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ تم برسرعام یہ کہہ دینا کہ موسیٰ نے میرے ساتھ بدکاری کی ہے، اللہ کی طرف سے اس پر قہر نازل ہوا اور وہ زمین میں دھنسا دیا گیا۔

جھوٹا الزام لگانے اور غلط دعویٰ کرنے والے کا انجام

ایک عورت اور حضرت سعید بن زیدؓ کی حکایت

حضرت سعید رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں ایک عورت نے ان پر غلط دعویٰ کر دیا کہ انہوں نے میری زمین دبالی، میری زمین پر ناجائز قبضہ کرلیا، آپ کو اس سے سخت تکلیف پہنچی، آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ کروں گا حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی کی ایک بالشت

زمین دبا لے قیامت کے دن ساتوں زمین کا طوق اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ بہت پریشان تھے، جب جھوٹ بات کا بھی پروپیگنڈہ کیا جائے گا، غلط بات کسی کی طرف منسوب کی جائے تو لوگوں پر کچھ نہ کچھ تو اثر ہوتا ہی ہے، اور طبعی طور پر خود انسان اس سے پریشان ہوتا ہے اور اس کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے حق میں بددعاء فرمائی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کو اندھا کر دیا اور وہ بھیک مانگا کرتی تھی، وہ لوگوں سے کہتی تھی کہ مجھے سعید کی بددعاء لگ گئی ہے، سعیدؓ کی بددعاء نے مجھے اندھا بنا دیا۔

(مسلم شریف ص ۳۳-۲ میں تفصیلی قصہ مذکور ہے باب تحریم الظلم وغصب الارض)

ناحق کسی کو ستانے والے کا انجام

ایک بزرگ کی حکایت

فرمایا: کبھی کسی کو ستائے نہیں، کسی کا دل نہ دکھائے، معلوم نہیں اس کی زبان سے کیا بددعاء نکل جائے اور کون سی مصیبت نازل ہو جائے، کیونکہ مظلوم کی بددعاء رد نہیں ہوتی جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے، ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ چلے جا رہے تھے راستہ میں ایک عاشق اپنی معشوقہ کو ساتھ لیے جا رہا تھا، بارش کا موسم تھا، اتفاق سے ان بزرگ کے پیر سے تھوڑی سی کیچڑ معشوقہ کے کپڑے پر لگ گئی عاشق صاحب کو بڑا غصہ آیا اور کہا کہ دیکھ کر نہیں چلتے اور غصہ میں آ کر زور سے ایک تھپڑ ان بزرگ کے رسید کیا، اور چلتا بنا، یہ بزرگ صبر کر کے رہ گئے اور یہ بھی تشریف لے گئے، بس تھوڑی ہی دیر

کے بعد اس شخص کے ہاتھوں میں سخت درد شروع ہوا، علاج کیا اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا، بڑے بڑے ماہر ڈاکٹروں کو دکھلایا ان کے علاج سے بھی افاقہ نہیں ہوا، اور ہاتھ سڑنا شروع ہوگیا، بالآخر ڈاکٹروں کی یہ تجویز ہوئی کہ اتنا ہاتھ کاٹ دیا جائے ورنہ اندیشہ ہے کہ پورا ہاتھ سڑ جائے، چنانچہ ہاتھ کاٹ دیا گیا لیکن اس کے بعد آگے کا حصہ سڑنا شروع ہوگیا آگے کا حصہ بھی کاٹ دیا گیا، اس طرح کرتے کرتے مونڈھے تک پورا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور ڈاکٹروں کے کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی ایک اللہ والے بزرگ حکیم نے پوچھا بتلاؤ یہ مرض شروع کیسے ہوا تھا تو اس نے پورا قصہ سنایا کہ میں جا رہا تھا اور راستہ میں ایک بڑے میاں ملے، اور یہ واقعہ پیش آیا اور اس کے بعد درد شروع ہوگیا ان بزرگ حکیم نے کہا اس کا علاج دوا سے نہیں ہوگا اس کا علاج تو کچھ اور ہے، جا کر ان بڑے میاں سے معافی مانگو، بس یہی اسکا علاج ہے، چنانچہ بڑی تلاش کے بعد ان سے ملاقات کی اور اپنی غلطی کی معافی مانگی، ان بزرگ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے لئے بددعا نہیں کی، تم نے اپنے دوست کی حمایت میں مجھے مارا تھا میرے دوست نے میری حمایت میں تجھے سزا دی ہے اب تو معاملہ میرے قبضہ سے باہر ہے میں کیا کرسکتا ہوں، یہ تو دوستوں کا مسئلہ ہے اگر تمہارا کوئی دوست ہے تو میرا بھی کوئی ولی اور دوست ہے، یہ حال ہوتا ہے کسی پر ظلم کرنے اور بے جا ستانے کا اس لئے کبھی بھی کسی پر ظلم نہ کرے کسی کو ستائے نہیں، معلوم نہیں کون اللہ کا کیسا بندہ ہو اور اسکی زبان سے کیا نکل جائے۔

بخاری شریف کی مقبولیت کی بڑی وجہ

محض علمی تفوق، علمی لیاقت کسی شخص کو آگے نہیں بڑھاتی، آدمی کے اندر صرف علم ہو حافظہ اچھا ہو محض اس سے اس کے علم میں نور نہیں ہوگا، البتہ علم کے ساتھ عمل ہو تقویٰ ہو، زہد ہو، دیانت داری ہو ایسا شخص باکمال ہوتا ہے اور اس کے علم میں نور ہوتا

ہے، امام بخاریؒ کے اندر صرف علمی کمال ہی نہیں تھا بلکہ علمی کمال کے ساتھ عملی کمال بھی تھا اسی وجہ سے خود امام بخاری اور ان کی کتاب صحیح بخاری زیادہ مقبول ہوئی، وہ مصنفین جنکے اندر تقویٰ، دیانت داری ہوتی ہے ان کی مقبولیت زیادہ ہوتی ہے، اور اسی فن کی دوسری کتابیں جو دوسروں نے لکھیں جن کے اندر تقویٰ کی صفت موجود نہیں ہوتی وہ اتنی مقبول نہیں ہوتیں ان سے لوگوں کو زیادہ فائدہ بھی نہیں ہوتا، امام بخاریؒ علم و عمل دونوں کے جامع تھے اسی وجہ سے ان کی کتاب بھی اتنی مقبول ہوئی کہ اس کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے یعنی کتاب اللہ کے بعد روئے زمین پر سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری شریف ہے، جب امام بخاری اتنے بلند پایہ کے ہیں اور ان کا اتنا اونچا مقام ہے تو ان کی کتاب بخاری شریف بھی تمام کتابوں میں بلند ہے۔

جو جانور کو دھوکہ دے سکتا ہے
وہ انسانوں کو بھی دھوکہ دے سکتا ہے

امام بخاریؒ کی غایت احتیاط کا یہ عالم تھا کہ ایک محدث سے حدیث سننے کے لئے تشریف لے گئے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ محدث صاحب ایک خالی برتن لئے جانور کو دور سے دکھلا کر اس کو اپنے قریب بلا رہے ہیں تا کہ جانور یہ سمجھے کہ اس برتن میں کوئی کھانے کی چیز گھاس وغیرہ ہے اور وہ آ جائے، امام بخاریؒ نے جب دیکھا کہ یہ خالی برتن لئے جانور کو دھوکہ دے کر بلا رہے ہیں، بس وہیں سے واپس آ گئے اور ان سے حدیث نہیں سنی اور فرمایا کہ جو شخص جانور کو دھوکہ دے سکتا ہو وہ انسان کو بھی دھوکہ دے سکتا ہے۔

حضرت کے ایک استاد کا واقعہ

کسی بات پر دوران درس فرمایا کہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری میرے استاد ہیں جن سے سہانپور میں میں نے ترمذی پڑھی ہے وہ بہت تحقیق سے پڑھایا کرتے تھے، بہت عبادت گذار، متقی پرہیز گار تھے۔حافظ ابن حجرؒ کا بہت رد کرتے تھے، لیکن بہت ادب کے ساتھ، اس طرح فرماتے تھے کہ ''حافظ صاحب سے یہاں چوک ہوگئی'' پھر اس کو واضح فرماتے تھے بہت تحقیق سے پڑھاتے تھے، حوالہ پہ حوالہ دیتے تھے ایک مرتبہ دوران سبق میرے دل میں خیال ہوا کہ اتنے حوالے دے رہے ہیں کیا یہ سب صحیح ہوں گے فوراً فرمایا لاؤ بھائی فلاں الماری میں کتاب رکھی ہے اس میں یہ بات لکھی ہے کھول کر دکھلا دوں، کسی صوفی کے دل میں خیال آیا ہے کہ یہ حوالے صحیح بھی ہیں یا نہیں، میں بہت شرمندہ ہوا پانی پانی ہوگیا۔

باب ۳

ابتداء بخاری شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم ،الحمد للّٰہ رب العالمین
والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد علیٰ آلہ
واصحابہ اجمعین:

بسم اللہ کی اہمیت وفضیلت اوراس کے پڑھنے کے واقع

کفار مکہ بسم اللہ کے بجائے بسم اللاّت کہا کرتے تھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اِقْرَاء بِاسْمِ رَبِّکَ کہ اپنے رب کے نام سے پڑھو،اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بسم اللہ سے ابتداء فرمائی ہے۔

بسم اللہ کے بے شمار فضائل ہیں،احادیث پاک میں بسم اللہ پڑھنے کی بہت ترغیب آئی ہے ایک حدیث پاک میں ہے کہ جس اہم کام کو بسم اللہ سے نہ شروع کیا جائے وہ دم بریدہ رہتا ہے یعنی اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا،ایک حدیث پاک میں ہے جب بندہ گھر میں داخل ہوتا ہے بسم اللہ نہیں پڑھتا تو شیطان بھی اس کے ساتھ گھر میں داخل ہوجاتا ہے اور شیطان کہتا ہے کہ گھر میں رہنے کا تو ٹھکانہ مل گیا دیکھو آگے کیا ہوتا ہے، پھر جب وہ کھانا کھانے بیٹھتا ہے اور بسم اللہ نہیں پڑھتا تو کھانے میں بھی اس کے ساتھ شریک ہوجاتا ہے اور پھر جب وہ (بسم اللہ کہے بغیر) سوتا ہے تو شیطان خوب اچھی طرح اس کو وساوس اور گندے خیالات میں مبتلا کرتا ہے۔اس کے رگ ریشہ میں سرایت کرجاتا ہے،لکھا ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان سوتا ہے ایمان کی حالت میں،اور

صبح اٹھتا ہے کفر کی حالت میں (یہ حدیث پاک کا مفہوم ہے) بسم اللہ نہ پڑھنے سے یہاں تک نوبت آجاتی ہے اسی وجہ سے احادیث پاک میں اس کے پڑھنے کی بہت ترغیب آئی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جب گھر کے دروازے بند کرو تو بسم اللہ پڑھ کے بند کرو اور گھر میں داخل ہونے کی ایک خاص دعاء بھی حدیث پاک میں پڑھنے کے لئے آئی ہے، ایک اور حدیث میں ہے کہ گھر کے برتن بسم اللہ پڑھ کے بند کیا کرو تا کہ وبا سے حفاظت رہے ورنہ بسا اوقات وبا برتنوں میں گھس جاتی ہے، اسی طرح جب بیوی کے پاس جائے اس وقت بھی بسم اللہ پڑھنے کا حکم ہے، اس کی برکت سے شیطان کے اثرات سے حفاظت رہتی ہے، کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنے سے کھانے میں بھی برکت ہوتی ہے، اور اس کھانے سے نور پیدا ہوتا ہے، اگر شروع میں بسم اللہ بھول جائے تو درمیان میں پڑھ لے، حدیث پاک میں قصہ آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھا رہے تھے ایک لڑکی آئی اور بغیر بسم اللہ کے اس نے کھانا شروع کر دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور لڑکی کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ بسم اللہ پڑھ کے کھاؤ، صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسکرانے کی وجہ پوچھی حضور نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ شیطان کھانے میں شریک نہ تھا لڑکی نے آکر بغیر بسم اللہ کے کھانا شروع کیا تو شیطان بھی اس کے ساتھ آکر شریک ہونے لگا میں نے بسم اللہ پڑھوائی تو بھاگ گیا۔

ایک سوال اور اس کا جواب

ایک طالب علم نے عرض کیا کہ حدیث پاک میں ہے **کل امر ذی بال لم یبدأ الخ** یعنی ہر مہتم بالشان کام کو بسم اللہ سے شروع کرنا چاہئے ورنہ ناقص رہتا ہے۔

تو مہتم بالشان سے کون سے کام مراد ہیں؟ فرمایا مسلمان کا تو ہر کام ہی مہتم بالشان ہوتا ہے۔ اس کا تو پیشاب پاخانہ کرنا بھی مہتم بالشان عمل ہے اسی واسطے حکم یہ ہے

کہ جب بیت الخلاء جائے تو پہلے **بسم اللہ** پڑھے اور پھر یہ دعا پڑھے **اللھم انی اعوذبک من الخبث و الخبائث.**

لفظ اِلہ اور اللہ کا استعمال

لفظ اِلہ کا تو استعمال غیر اللہ کے واسطے ہوا ہے (بعض کفار ومشرکین نے استعمال کیا ہے) لیکن اللہ کا اطلاق کسی نے اپنے اوپر نہیں کیا۔ ایک نے کیا بھی تھا تو آسمان سے بجلی گری اور اس کی کھوپڑی اڑگئی ،فرعون نے بھی خدائی کا دعویٰ کیا تو **اَنَارَبُکُمُ الْاَعْلیٰ** کہا، اللہ نہیں کہا۔

رحمٰن ورحیم کی تحقیق

رحمٰن ورحیم کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا یہ عربی ہیں یا عجمی ،ایک جماعت کا نظریہ ہے کہ عربی نہیں چنانچہ قرآن پاک میں ہے کفار نے کہا تھا **قالوا وما الرحمٰن** اگر رحمٰن کا لفظ عربی ہوتا تو اس کے متعلق کفار یہ سوال کیوں کرتے ،اور جو لوگ رحمٰن کو عربی مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کفار رحمٰن کو جانتے تھے مانتے نہیں تھے، جاننے کے باوجود محض تعنّت وعناد کی بنا پر انکار کرتے تھے جیسا کہ حضور کی نبوت کا بھی انکار محض عناد کی بنا پر کرتے تھے حالانکہ حضور کی نبوت کو اچھی طرح جانتے اور سمجھتے تھے۔

رحمٰن ورحیم کے اشتقاق کی بحث

اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا رحمٰن ورحیم مشتق ہیں یا غیر مشتق،بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ مشتق نہیں ہیں کیونکہ اگر یہ مشتق ہوسکتا ہے تو رحمت سے اور

رحمت نام ہے رقۃ القلب (قلب کی نرمی) کا اور قلب جسم کا جزء ہے اور اللہ تعالیٰ اجسام سے مبرا ہے اس لئے اس کو مشتق ماننا صحیح نہیں، بعض لوگوں نے کہا کہ مشتق تو ہے لیکن حقیقی اعتبار سے نہیں بلکہ مجازی اعتبار سے، اس صورت میں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تو عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے رحمٰن ورحیم مجازی معنی میں مستعمل ہو، جب اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ان کا استعمال حقیقی نہ ہوگا تو اور کس کے لئے ہوگا، جب اللہ تعالیٰ حقیقی رحمٰن ورحیم نہ ہوگا تو اور کون ہوگا۔

پھر خود ہی جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اصل غلطی یہاں سے ہوئی ہے کہ رحمت کی تعریف رقۃ القلب سے کی گئی یہ تعریف انسان کے اعتبار سے تو ٹھیک ہے اور انسان کی شان کے لائق بھی ہے، انسان کے حالات اور جسم کو سامنے رکھتے ہوئے یہ تعریف کی گئی ہے، لیکن اسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے حق میں بھی رحمت کی تعریف کردی گئی ہے بس یہیں سے غلطی ہوگئی۔

اللہ کی شان میں تو رحمت کی تعریف اسی کی شایاں شان ہوگی وہاں تو جسم اور قلب کا واسطہ ہی نہ ہوگا، اور رحمت ہی کی کیا تخصیص ہے اس کے علاوہ دیگر تمام صفات میں بھی یہی کہا جائیگا، مثلاً اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر ہے لیکن سننے اور دیکھنے کے لئے وہ آنکھ اور کان کا محتاج نہیں، وہ سنتا بھی ہے دیکھتا بھی ہے لیکن کس طرح ؟ ہم اس کو نہیں جانتے، ہم اس کی حقیقت سے ناواقف ہیں شاہ صاحب کا یہ جواب دل کو لگتا ہے۔

رحمٰن ورحیم کا استعمال

رحمٰن بمنزلہ علم کے ہے، اور رحیم کے اندر وصفی معنی غالب ہیں اور رحمٰن کے اندر

سمیت غالب ہے، اسی واسطے رحمٰن تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں کہہ سکتے، اور رحیم کا اطلاق غیر اللہ پر بھی ہوسکتا ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آیا ہے **حریص علیکم بالمؤمنین رؤف الرحیم** ،لیکن رحمٰن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں کہہ سکتے۔

اسی واسطے اگر کسی کا نام عبدالرحمٰن ہوتو اس کو عبدالرحمٰن (پورا نام لے کر) ہی پکارنا چاہیئے ،صرف رحمٰن کہہ کر اسکو پکارنا بے ادبی ہے۔

رحمٰن ورحیم کا باہمی فرق

رحمٰن ورحیم دونوں ہی مبالغہ کے صیغے ہیں، زیادہ مبالغہ رحمٰن میں ہے یا رحیم میں؟ اس میں دونوں قول ہیں، تطبیق کی صورت یہ ہے کہ رحمٰن میں زیادہ مبالغہ ہے اعمیت کے اعتبار سے اور رحیم میں زیادہ مبالغہ ہے اتمیّت کے اعتبار سے یعنی رحمٰن کا تعلق دنیا وآخرت دونوں ہی سے ہے، اور مطلب یہ ہے کہ دنیا میں مسلم غیر مسلم سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے، اس لحاظ سے رحمٰن میں مبالغہ زیادہ ہوا، اور رحیم کا تعلق آخرت سے ہے یعنی صرف مسلمانوں ہی کے حق میں آخرت میں اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمی کا ظہور ہو گا، اور معمولی معمولی بہانے سے لوگوں کی بخشش کر دی جائے گی تو رحمت کی اعمّیت آخرت میں ظاہر ہوگی گویا باعتبار کمیت کے رحمٰن میں مبالغہ زیادہ ہے اور باعتبار کیفیت کے رحیم میں زیادہ مبالغہ ہے کہ مسلمانوں کے حق میں آخرت میں رحمت کا غلبہ ہوگا، معمولی معمولی کام پر بخشش کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت بخشش کے بہانے ڈھونڈتی ہے

اللہ تعالیٰ اس قدر رحیم وکریم ہے کہ معمولی سے معمولی کام بھی اگر خلوص

نیت سے کیا گیا ہوتو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو معاف فرمادے گا، لکھا ہے ایک شخص کی بخشش صرف اس وجہ ہوگئی تھی کہ اس نے لفظ اللہ کو، ''اعرف المعارف'' لکھا تھا۔

اور لکھا ہے کہ ایک شخص نے کاغذ کا ایک ٹکڑا جس پر اللہ کا نام لکھا ہوا تھا، اس کو اٹھالیا اور ادب کی جگہ رکھ دیا اللہ نے اس کی وجہ سے اس کی بخشش فرمادی، کسی نے راستہ سے نقصان دہ چیز کانٹا، روڑا وغیرہ ہٹادیا اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مغفرت کردے گا، کسی کو ایک گھونٹ پانی پلادیا اس کی وجہ سے معافی ہوجائے گی۔

حدیث پاک میں اس کی تفصیل آئی ہے کہ اہل جنت اہل دوزخ کی صفیں آمنے سامنے ہوگی ایک شخص جو دوزخ والوں کی صف میں ہوگا وہ جنت والوں کی صف میں ایک شخص کو دیکھ کر کہے گا کہ مجھے پہچانتے ہو میں نے فلاں وقت تم کو پانی پلایا تھا وہ اس کو تسلیم کرے گا، اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے سفارش کرے گا اور اللہ پاک اس کی سفارش سے اس گنہگار کو بھی جنت کی صف پر کھڑا کردے گا، اس لئے کسی عمل کو معمولی اور حقیر نہیں سمجھنا چاہئے، ہر عمل اس نیت سے کرنا چاہئے کہ شاید اللہ تعالیٰ کو یہی عمل محبوب ہو اور شاید یہ عمل ہماری نجات کا ذریعہ بن جائے۔

البیلی سرکار

ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی تو البیلی سرکار ہے چاہیں تو بڑے بڑے گناہوں کو معمولی سی بات میں معاف کردیں اور چاہیں تو معمولی بات پر گرفت کرلیں، وہ احکم الحاکمین ہیں جو چاہیں کریں، وہ بدکار عورت کو محض کتے کو پانی پلانے کی وجہ سے معاف کردیں اور جب پکڑ کرنے پر آئیں تو کعب بن

مالک رضی اللہ عنہ جیسوں کی معمولی سستی پر سخت پکڑ کریں، ان کا قصہ مشہور ہے کہ جہاد میں محض سستی اور کاہلی کی وجہ سے تاخیر ہوگئی جس کی وجہ سے قافلہ کے ساتھ نہ جاسکے اور بعد میں پھر جا ہی نہ سکے، نہ کافر تھے نہ منافق بلکہ مخلص تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسی گرفت فرمائی کہ ڈھونڈے دھرتی نہ ملی، حکم دے دیا کوئی ان سے بات نہ کرے، نہ ان کو کھانا اچھا لگتا ہے نہ پینا، نہ بیوی سے بات کرتے ہیں ہر وقت رونا رونا، توبہ استغفار، بالآخر ایک وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، اسلئے ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیئے معلوم نہیں کس جرم میں کس وقت پکڑ ہو جائے اسی طرح ادنی سے ادنی پریشانی اور مصیبت میں بھی اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھنا چاہیئے کہ شاید اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں کا کفارہ بنادے۔

پریشانی و مصیبت اور بیماری کی فضیلت

دنیا میں جو بیماری اور پریشانی آتی ہے یہ سب گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے، ان پریشانیوں سے کبھی تنگ دل نہ ہونا چاہیئے، اللہ تعالیٰ یہاں جو چاہے سزا دے دے وہاں کے لئے کچھ نہ رکھے، بیماری کی دعا تو نہ کرے لیکن جب آجائے، تو صبر کرے اور ثواب کی امید رکھے، الحمدللہ میرا کوئی دن خالی نہیں جاتا کہ سخت بیماری و تکلیف نہ ہوتی ہو، کوئی نہ کوئی تکلیف ادل بدل کر ضرور ہوتی رہتی ہے اللہ کا بہت بڑا شکر و احسان ہے، یہاں پریشانی سے گذر جائے لیکن وہاں کا معاملہ بالکل صاف ہو جائے، یہاں کی ادنی پریشانی و بیماری سے اللہ تعالیٰ بہت بڑے بڑے گناہوں کو معاف فرمادیں گے، مجھے تو اسی حال میں خوشی ہے، جس حال میں بھی اللہ رکھے، دعاء تو مانگے عافیت کی صحت و سلامتی کی اس کے بعد اللہ کی طرف سے جو بھی حال آئے اس پر راضی رہے۔

حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی کا ارشاد

حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی ایک مرتبہ بیماری اور پریشانی کی فضیلت بیان فرمارہے تھے اور فرمارہے تھے کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ جس حال میں رکھے وہی حال اس کے لئے بہتر اور بہت بڑی نعمت ہے، بیماری دے تو بیماری بھی نعمت ہے، اتنے میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت! بیماری سے بہت تنگ آچکا ہوں دعاء فرما دیجئے، اب سامعین سوچنے لگے کہ دیکھیں اب حضرت کیا دعاء کرتے ہیں کیونکہ اب تک تو اسی بیماری اور پریشانی کی فضیلت بیان فرمارہے تھے جس کے دور کرنے کے لئے یہ شخص دعاء کرانے آیا ہے، حضرت حاجی صاحب نے فوراً ہاتھ اٹھائے اور فرمایا دعاء مانگو اور دعاء مانگی کہ یااللہ پریشانی اور بیماری بھی تیری نعمت ہے اور عافیت وسلامتی بھی تیری نعمت ہے تیرا بندہ ضعیف کمزور ہے اس نعمت کی سہار نہیں کرسکتا بیماری کی اس نعمت کو صحت وعافیت کے نعمت سے بدل دے، سب لوگ دیکھتے رہ گئے، سبحان اللہ اولیاء اللہ کی کیا شان ہوتی ہے۔

حقوق العباد کا معاملہ بہت سنگین ہے

الغرض بیماری اور پریشانی بھی اللہ کی نعمت ہے جس سے کفارہ سیّئات ہوتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم ہے کہ بڑے سے بڑے گناہوں کا کفارہ معمولی سی تکلیف کے ذریعہ کردیتا ہے، لیکن یہ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق میں کرتا ہے حقوق العباد یعنی بندوں کے حقوق اللہ تعالیٰ بھی معاف نہ کرے گا جب تک کہ حق والے کو حق نہ پہونچ جائے یا خود حق والا معاف نہ کردے، بڑی سی بڑی مصیبت وپریشانی بھی حقوق العباد کے ادنیٰ معاملہ کو ختم نہیں کرسکتی، خود اللہ تعالیٰ کا معاملہ دوسرا ہے کہ بڑے سے بڑے گناہ کو معمولی

تکلیف سے دھو دیتے ہیں لیکن بندوں کے حق میں کیسی ہی تکلیف کیوں نہ ہو وہ حقوق العباد کا کفارہ نہیں بن سکتا، حقوق العباد کا معاملہ بہت سنگین ہے نہ وہ مجاہدہ کرنے سے معاف ہوتا ہے نہ تہجد پڑھنے سے نہ نوافل اور تسبیحات پڑھنے سے، چاہے جتنا بڑا عابد ہو دو پیسے کے بدلہ میں اس کی سات سو مقبول نمازیں حق والے کو دے دی جائیں گی، اسلئے حقوق العباد کی ادائیگی کا بہت اہتمام کرنا چاہئے۔

پھر حقوق العباد کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے کسی کا مال لے لینا، لے کر نہ دینا، قرض لے کر نہ دینا، حق والے کا حق نہ ادا کرنا یہ بھی حقوق العباد میں ہے، کسی کی غیبت چغلی کرنا، کسی کی تذلیل وتحقیر کرنا، کسی کو بدنام کرنا، کسی پر الزام لگانا، بہتان باندھنا، کسی کو ستانا، یہ سب بھی حقوق العباد کے دائرہ میں آتا ہے، ان گناہوں کو اللہ تعالیٰ بھی معاف نہ کرے گا حتی کہ حج وغیرہ سے بھی یہ گناہ معاف نہ ہوگا جب تک کہ بندہ سے معاملہ نہ صاف کرلیا جائے، اور اس کا حق اس کو نہ پہنچا دیا جائے، جس کو ستایا ہے اس سے معافی نہ مانگ لی جائے، جس کو بدنام کیا ہے برائی ہے اسکو نیک نام بھی نہ کردیا جائے اور اس سے معافی بھی نہ، الغرض جس درجہ کی اور جس نوعیت کی حق تلفی کی ہو اسی کے مطابق اس کی تلافی بھی ضروری ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے اور نیک عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

ختم بخاری شریف

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب دامت برکاتہم

تحریر حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ

ختم بخاری شریف

حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کا معمول تھا کہ ختم بخاری شریف کے موقع پر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ کو دعوت دیتے اور حضرت شیخ مدظلہ ہی سے ختم بخاری شریف کراتے ،بعض مرتبہ حضرت شیخ مدظلہ تشریف نہیں لا سکے تو حضرت اقدس نے خود بخاری شریف ختم فرمائی۔

حضرت شیخ مدظلہ جب ختم بخاری شریف کا درس دیتے تو حضرت اقدسؒ خود بھی نہایت تواضع کے ساتھ استفادہ کی غرض سے تشریف رکھتے ، یہ مختصر تحریر اسی موقع کی لکھی ہوئی ہے، حضرت اقدسؒ نے اپنے دست مبارک سے مسودہ کی شکل میں لکھا تھا جس کو احقر نے صاف کر کے حضرت کو دکھلا دیا، حضرت نے اس کو ملاحظہ فرما کر اسکی تصحیح فرمائی اور اس کو پسند فرمایا، یہ پورا مضمون حضرت کا تحریر کردہ اور تصحیح کردہ ہے، بعض جگہ عناوین وحوالجات کا اضافہ مرتب کی طرف سے ہے، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اسکو قبول فرمائے۔

کتاب تیار ہو جانے کے بعد احقر نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ آپ کی تقریر ہے جس کو حضرت مولانا صدیق احمد صاحب نے اختصار سے لکھا تھا، حضرت شیخ الحدیث نے اس کے کچھ حصہ کو بغور سنا اور خوشی کا اظہار فرما کر پسند فرمایا، بعض جگہ مزید تقریر فرما کر فرمایا کہ اس کو بھی حاشیہ میں شامل کر لینا، اور فرمایا کہ حضرتؒ کی ساری چیزیں شائع کر دو، سب کام کی ہیں۔

باب ۴

ختم بخاری شریف

امام بخاری کی مقبولیت کے اسباب

اللہ پاک نے امام بخاری کو جو مقام عطاء فرمایا ہے، اوران کو اپنے اقران پر جو فضیلت عطاء فرمائی تھی وہ صرف ان کے حافظہ کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ اس میں بہت بڑا دخل ان کے زہد ورع اور تقویٰ وتواضع اور انکساری، علم دین حاصل کرنے میں جفاکشی ومحنت طلب حدیث میں ان کی صحراء نوردی اس کے لئے بھوک وپیاس کو برداشت کرنا جنگل کی پتیاں کھا کر گذر کرنا اوران سب کے ساتھ والدہ کا رو رو کر دعاء کرنا، باوجود بیوگی کے امام بخاری کو علم دین کے لئے وقف کردینا یہ وجوہ تھے جس سے اللہ پاک نے امام بخاریؒ کو یہ مقبولیت عطاء فرمائی۔

بخاری شریف کی تالیف میں امام بخاری کا اہتمام

امام بخاریؒ نے اپنی اس کتاب کو بڑے اہتمام کے ساتھ تالیف فرمایا ہے، مسجد نبوی میں بیٹھ کر احادیث مدوّن کی ہیں اور ہر حدیث کے لکھنے سے پہلے غسل فرماتے اور دو رکعت نماز ادا کرتے، جب صحت حدیث کا یقین اور پورے طور پر انشراح ہوجاتا اس وقت اپنی کتاب میں درج کرتے اسی طرح تراجم ابواب میں بھی یہ طریقہ اختیار فرماتے، ترجمہ قائم کرنے سے پہلے طواف فرماتے اور مقام ابراہیم میں دو رکعت نفل ادا فرماتے۔

تراجم کا مقصد

امام بخاریؒ کا تراجم قائم کرنے سے مقصد کسی جگہ حق کی تائید ہوتی ہے یا کسی باطل مذہب کا رد ہوتا ہے اس لئے ہر ترجمہ ایک دعویٰ کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کے تحت جو آیات اور احادیث بیان کرتے ہیں وہ سب اس دعویٰ کی دلیل ہوتی ہیں۔

باب قول اللّٰہ و نضع الموازین

اس آخری باب میں بھی احقاق حق اور ابطال باطل مقصود ہے، فرق باطلہ میں سے معتزلہ کا رد ہے اور اہلسنت والجماعت کی تائید ہے، اس کی تفصیل انشاء اللہ ابھی آپ کے سامنے آئے گی اس وقت چند ضروری باتیں ہیں جو عرض کی جارہی ہیں۔

(۱) امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کی ابتداء " **باب بدأالوحی** " سے کی ہے، اور ختم کیا **باب قول اللّٰہ و نضع الموازین** پر ان دونوں بابوں میں کیا مناسبت ہے اس کے لئے ایک تمہید سنئے، تاکہ دونوں میں مناسبت آسانی سے سمجھ میں آجائے۔

تخلیق انسان کا مقصد

اللہ پاک نے اس دنیا کی تمام مخلوقات کو انسان کے لئے پیدا کیا اور انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا جیسا کہ ارشاد ہے **وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُونَ** معلوم ہوا کہ انسان اور جنات کے پیدا کرنے کا مقصد عبادت ہے کہ وہ اپنے ہر شعبہ زندگی میں اللہ کی مرضیات پر عمل کرے۔

عبادت کے مقبول ہونے کی شرط اور ملحد و مشرک کی تعریف

اور کوئی عبادت بغیر عقیدے کی درستگی کے معتبر نہیں یعنی جب تک توحید اور

رسالت کا عقیدہ درست نہ ہو کوئی عبادت اللہ کے یہاں مقبول نہیں، توحید نام ہے اللہ کو ماننا اور جیسا ماننا چاہئے ویسا ماننا۔

اگر کوئی شخص خدا کو مانتا ہی نہیں انکار کرتا ہے کہ اس عالَم کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں خود بخود اس کا وجود ہے، تو وہ ملحد ہے۔

اور اگر اللہ پاک کو مانتا ہے لیکن اس کے ساتھ دوسروں کو بھی معبود سمجھتا ہے تو وہ مشرک ہے، اسی طرح اگر رسالت کا انکار کرتا ہے، یا انکار تو نہیں کرتا لیکن رسول کے طریقہ کے خلاف عمل کرتا ہے اس کی بھی عبادت مقبول نہیں، معلوم ہوا کہ عبادت کی مقبولیت عقیدۂ توحید اور رسالت کی درستگی پر موقوف ہے جس کا نام ایمان ہے، اس لئے کتاب الایمان کو عبادت پر مقدم کیا۔

اس کے بعد سمجھئے کہ ایمان ہو یا زندگی کا کوئی شعبہ ہو ان سب کے لئے ضروری ہے کہ وحی الٰہی کے تابع ہو، کوئی عقیدہ ہو یا زندگی کا کوئی عمل ہو اگر وحی کے خلاف ہے تو نہ وہ عقیدہ صحیح ہے اور نہ وہ عمل معتبر ہے۔

معلوم ہوا کہ وحی مبدأ ہے تمام عقائد اور تمام اعمال کا اس لئے امام بخاریؒ نے سب سے پہلے اپنی کتاب کو ''بدء الوحی'' سے شروع کیا۔

اس باب میں ایک آیت بیان کی ہے اِنَّا اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ کَمَا اَوْحَیْنَا اِلٰی نُوحٍ. الآیۃ جس سے یہ بتایا کہ وحی کوئی انوکھی چیز نہیں بلکہ جب سے اس عالم کی ابتداء ہوئی وحی کا سلسلہ برابر جاری ہے جس کا اختتام نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا، اب نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ کسی پر وحی آئے گی، اب جو رسول ہونے کا دعویٰ کرے یا اپنے اوپر وحی نازل ہونے کا دعویٰ کرے وہ باطل ہے اس کے ماننے والے سب گمراہ اور جہنمی ہیں۔

آیت کے بعد ایک حدیث بیان کی ہے ''**انما الاعمال بالنّیات**'' جس سے اشارہ کیا کہ اگر کسی شخص کا عقیدہ توحید اور رسالت کے بارے میں صحیح ہو اور عمل بھی ظاہر کے اعتبار سے درست ہو لیکن اخلاص نہ ہو، وہ عمل خالص اللہ کی رضا کے لئے نہ ہو بلکہ کوئی دنیاوی غرض شامل ہو تو وہ عمل بھی خدا کے یہاں مقبول نہیں جیسا کہ آیات اور احادیث اس پر شاہد ہیں۔

احادیث میں بہت سے واقعات بیان کئے گئے ہیں کہ بڑے بڑے اعمال اخلاص نہ ہونے کی بنا پر جہنم میں جانے کا باعث ہوں گے کیونکہ ان میں اخلاص نہ تھا اور بظاہر ایک چھوٹا سے چھوٹا عمل اخلاص کی بدولت نجات کا ذریعہ ہوگا، یہ اعمال کا سلسلہ انسان کی زندگی تک رہتا ہے اس کے خاتمہ پر اعمال کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے، اس کے بعد ایک دوسرا عالم شروع ہوتا ہے جہاں اس کے اعمال کا ثمرہ ظاہر ہوگا کہ کس کا عمل وحی الٰہی کے مطابق تھا اور کس کا نہ تھا، جس کے امتحان کے لئے میزان عمل قائم کی جائے گی۔

چونکہ اعمال کی بناء وحی الٰہی پر ہے اس وجہ سے وحی کا بیان کتاب کے شروع میں لائے بعد میں ''**کتاب الایمان** '' اور ''**کتاب العلم** '' کو بیان کیا کیونکہ بغیر صحیح عقیدے اور صحیح علم کے عمل صحیح نہیں، اس کے بعد پوری کتاب میں اعمال کو بیان کیا اس کے بعد آخر میں اس باب کو لائے کیونکہ اعمال کا نتیجہ اور ثمرہ اعمال کے خاتمہ کے بعد ظاہر ہوتا ہے اس لئے جس چیز سے اعمال کا ثمرہ ظاہر ہوگا، یعنی میزان اس کو آخر کتاب میں لائے، اس وقت کتاب کی ابتداء اور انتہا میں مناسبت کے سلسلہ میں میرے ذہن میں جو کچھ آیا وہ عرض کیا، ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق مناسبت بیان کرتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۲) اب اس باب کے سلسلہ میں کچھ باتیں عرض کرتا ہوں

جس طرح شروع باب میں ایک آیت اور ایک آیت لائے تھے اسی طرح اس

آخری باب میں بھی ایک آیت اور ایک حدیث لائے ہیں، شروع باب میں آیت تھی ”اِنَّـا اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ کَمَا اَوْحَیْنَا اِلٰی نُوحٍ. الآیة“ جس سے یہ ثابت کیا تھا کہ وحی کوئی انوکھی اور نرالی چیز نہیں اس کا سلسلہ ابتداء آفرینش سے چل رہا ہے۔

اسی طرح اس آخری باب میں ”ونضع الموازین القسط“ لاکر یہ ثابت کیا کہ اعمال کا وزن کوئی تعجب خیز بات نہیں۔

یہ قاعدہ ہے کہ آدمی کسی کھوٹی چیز کو قبول نہیں کرتا، ہر چیز کے لئے ایک کسوٹی ہوتی ہے جس سے اس شئ کا کھرا اور کھوٹا ہونا معلوم ہوتا ہے، کھری اور اچھی چیز کو قبول کرتا ہے کھوٹی چیز کو رد کر دیتا ہے۔

اسی طرح خداوند قدوس نے کھرے کھوٹے اعمال کے لئے ایک کسوٹی قائم کی ہے جس کو میزان عمل کہا جاتا ہے اس سے معلوم ہوگا کہ کون سا عمل کھرا ہے اور کون سا کھوٹا ہے، کھرا عمل مقبول ہوگا اور باعث نجات ہوگا، کھوٹا عمل مردود اور باعث ہلاکت ہوگا۔

اور جس طرح شروع باب میں آیت کے بعد حدیث اِنَّـمَـا الْاَعْـمَـالُ بِالنِّیَّاتِ لائے تھے جس سے یہ بتایا تھا کہ عمل خواہ کتنا ہی عظیم اور حسین ہو بغیر اخلاص نیت کے معتبر نہیں اس آخری باب میں آیت کے بعد حدیث لائے کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ الخ جس سے یہ ثابت کیا کہ اگر اخلاص کے ساتھ کوئی معمولی عمل بھی کیا جائے جس میں کوئی زیادہ محنت اور مشقت نہیں وہ بھی اللہ کے یہاں مقبول ہے اس کا عامل محبوب اور ناجی ہوگا۔

اس طرح سے شروع باب کی آیت اور حدیث کا آخر باب کی آیت اور حدیث سے مناسبت اور باہمی ربط ثابت ہوا۔

یہ کمال ہے امام بخاریؒ کا جس طرح ہر باب میں ماقبل کے باب سے مناسبت

کا لحاظ کیا اہے اسی طرح آخری باب اور شروع باب میں مناسبت کا لحاظ رکھا ہے۔

ہوسکتا ہے کسی کے ذہن میں یہ اشکال ہو کہ اللہ پاک کو تو ہر شخص کے عمل کی خبر ہے تو پھر وضع میزان کی کیا ضرورت ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ وضع میزان اللہ پاک اپنے علم کے لئے نہیں قائم کرے گا بلکہ بندے کے مشاہدے کے لئے کہ وہ اپنی آنکھوں سے اپنی کرتوت کو دیکھ لے اور اچھی طرح سمجھ لے کہ اللہ کسی پر ظلم نہیں کر رہا، بلکہ بندہ نے جو کچھ کیا ہے اس کا نتیجہ اور ثمرہ اس کو مل رہا ہے۔

بخاری شریف کی آخری حدیث کی تشریح

(۳) اس کے بعد آپ کے سامنے آیت کی مختصر شرح اور حدیث کا مطلب عرض کیا جارہا ہے، آیت میں موازین جمع کا صیغہ لایا گیا ہے یہ میزان کی جمع ہے، میزان کے معنی ایک ترازو اور موازین کے معنیٰ ہیں بہت سے ترازو، شرّاح نے جمع کا صیغہ لانے کی مختلف توجیہات کی ہیں۔

(۱) ہر ہر شخص کے اعمال کے لئے علحدہ علحدہ ترازو ہوگی

(۲) ہر شخص کے ہر ہر عمل کے لئے علحدہ علحدہ ترازو ہوگی جیسے لکڑی کے لئے علحدہ ترازو ہے سونے چاندی کے لئے علحدہ وغیرہ۔ اسی طرح نماز، روزہ، حج صوم قربانی وغیرہ کے لئے علحدہ علحدہ ترازو ہوں گے ان میں فرائض کے لئے علحدہ اور نوافل کے لئے علحدہ تو کچھ بعید از عقل نہیں۔

(۳) ترازو تو ایک ہی ہوگی لیکن اس کی تفخیم شان اور عظمت کے بیان کرنے

کے لئے جمع لائے چنانچہ اس کی عظمت کے سلسلہ میں حدیث پاک میں آیا ہے کہ اس کے دو پلڑے ہوں گے ایک پلڑا اتنا بڑا ہوگا کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمین اس میں آجائیں ایسی عظیم الشان ترازو ہوگی، مطلب یہ ہے کہ وہ ایک ہی ترازو ہوگی لیکن بہت سی ترازووں کے قائم مقام ہوگی اس لئے جمع کا صیغہ لائے، اس کے علاوہ اور بھی توجیہات ہیں جن کے بیان کے لئے وقت چاہئے۔

(۴) **الموازین** کے بعد لفظ **قسط** ہے جو **موازین** کی صفت ہے اس میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ **موازین** جمع تکسیر ہونے کی وجہ سے مؤنث ہے تو لفظ **قسط** جو واحد ہے اور مذکر ہے اس کو **موازین** کی صفت قرار دینا جو جمع ہے اور مؤنث کے حکم میں ہے کیسے درست ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ **قسط** مصدر ہے اور مصدر اسم جنس کے حکم میں ہے جو واحد جمع مذکر و مونث سب کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے اصل عبارت اسطرح ہے **ونضع الموازین ذوات القسط** اس صورت میں موازین کی صفت لفظ ذوات ہے نہ لفظ قسط، اس توجیہ کی بنا پر موصوف اور صفت کے درمیان مطابقت ظاہر ہے۔

(۳) تیسرا جواب یہ ہے کہ لفظ **قسط** **موازین** کی صفت نہیں بلکہ **نضع** فعل کا مفعول لہ ہے اصل عبارت یہ ہے **ونضع الموازین للقسط** یعنی ہم میزان عمل قائم کریں گے انصاف کو ظاہر کرنے کے لئے تا کہ بندہ سمجھ لے کہ اللہ پاک مجھ پر ظلم نہیں کر رہا ہے۔

قیامت میں انسان کے اعمال واقوال کے وزن کئے جانے کے سلسلہ میں اہل سنت والجماعت کا مسلک اور معتزلہ کا رد

(۵)اِنَّ اَعْمَا لَ بَنی آدمَ وقَولُھم یوزن

انسان کےاعمال واقوال تولے جائیں گے۔

اس سے پہلے شروع میں عرض کیا تھا کہ امام بخاریؒ ترجمۃ الباب قائم کر کے حق کی تائیداور باطل کی تردید فرماتے ہیں، حسب عادت یہاں بھی ایسا ہی کیا ہے، اس باب کولکھ کر معتزلہ کارد کررہے ہیں، معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ اعمال بنی آدم اوران کے اقوال یہ از قبیل اعراض ہیں جو فنا ہو جاتے ہیں اور جب وہ فنا ہو جاتے ہیں تو ان کا وزن نہیں کیا جاسکتا۔

اس کا جواب امام بخاریؒ دے رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ استحالہ اگر ہے تو انسان کے اعتبار سے ہے، انسان تو بہت سی چیزوں پر قادر نہیں تو اگر انسان کسی چیز پر قادر نہ ہو تو یہ کہاں لازم آتا ہے کہ اس پر اللہ پاک بھی قادر نہ ہوں، معلوم ہوا کہ یہ استحالہ زیادہ سے زیادہ عادی ہوگا نہ کہ عقلی، اور محال عادی ممکن الوقوع ہوتا ہے اور جو چیز ممکن ہو اس کے وقوع کی خبر اگر مخبر صادق دے تو اس کا وجود تسلیم کیا جاتا ہے۔

امام بخاریؒ فرمارہے ہیں کہ یہاں دو مخبر صادق خبر دے رہے ہیں کہ اعمال کا وزن ہوگا ایک اللہ پاک جو فرمارہے ہیں **ونضع الموازین القسط** کہ ہم میزان عدل قائم کریں گے جس میں اعمال کا وزن ہوگا، دوسرے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو فرما رہے ہیں **کلمتان حبیبتان الی الرحمن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان** دو کلموں کا میزان میں ثقل یہ ثابت کررہا ہے کہ کلام کا وزن ہوگا، اس کے علاوہ بہت سی احادیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ قیامت میں نیک خلق سے زیادہ کوئی چیز وزن میں بھاری نہ ہوگی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نیکیاں اور برائیاں تولی جائیں گی جس کی ایک نیکی بھی برائیوں پر بھاری ہوگی وہ

جنت میں جائے گا،اور جس کی ایک برائی نیکیوں پر بھاری ہوگی وہ دوزخ میں جا ئے گا،اس سے ثابت ہوا کہ خود اعمال کا وزن ہوگا۔

اعمال بنی آدم کے وزن کئے جانے کی کیفیت

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ اعمال کو اللہ پاک جسم کی شکل دے دیں گے،اعمال آخرت میں اعراض نہ ہوں گے اجسام ہوں گے،حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے،جس کے وزن میں کوئی اشکال نہیں،اس کا وقوع تو دنیا میں بھی ہوتا رہتا ہے۔

(۳) تیسرا جواب یہ ہے کہ مضاف محذوف ہے اصل عبارت یہ ہے ان **صحائف اعمال بنی آدم یوزن** ،اور ظاہر ہے کہ صحائف اجسام کے قبیلے سے ہیں، اس کی تائیداس حدیث پاک سے ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک شخص کے لئے حکم ہوگا کہ اس کو جہنم میں لے جاؤ وہ شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گذرے گا تو آپ فرمائیں گے کہ اس کو کہاں لے جا رہے ہو،فرشتے عرض کریں گے کہ اس کے معاصی کا پلڑا بھاری ہے اس لئے اس کو دوزخ میں لے جا رہے ہیں آپ فرمائیں گے ذرا ٹھہرو! پھر واپس لے چلو اس کے اعمال کا پھر وزن کرو جب دوبارہ وزن کیا جائیگا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بطاقہ یعنی ذرا سا ٹکڑا اس کی نیکیوں کے پلڑے میں رکھ دیں گے جس سے وہ پلڑا جھک جائے گا اور اس کے لئے جنت میں جانے کا حکم ہو جائے گا،وہ شخص عرض کرے گا یا رسول اللہ یہ کیا تھا جو میری نجات کا ذریعہ ہوا؟ ارشاد فرمائیں گے کہ یہ وہ نامہ تھا جو تو نے اخلاص کے ساتھ درود شریف پڑھا تھا وہ میرے پاس محفوظ تھا،اس سے معلوم ہوا کہ نامۂ اعمال کا وزن ہوگا۔

کافروں کے اعمال وزن کئے جائیں گے یا نہیں؟

اعمال کے اعتبار سے انسان کی چار قسمیں

(٦) ایک بحث یہاں اور کی جاتی ہے کہ اعمال بنی آدم مطلق ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر کے اعمال اور اقوال بھی تولے جائیں گے، حالانکہ قرآن پاک کے اندر کافروں کے حق میں ارشاد فرمایا گیا ہے **فَلَا نُقِيمُ لَهُم يَومَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا** جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں کے اعمال اور اقوال کا وزن نہ ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مؤمن اور کافر کی دو دو قسمیں ہیں۔

(۱) مؤمن کامل جس کے نامۂ اعمال میں صرف نیکیاں ہوں گی اس کے سیئات دنیا میں معاف کردیئے گئے ہیں۔

(۲) مؤمن ناقص جس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں اور بدیاں دونوں ہیں۔

(۳) وہ کافر جس کے نامۂ اعمال میں کسی قسم کی کوئی بھلائی نہیں صرف کفر ہی کفر اور خباثت ہی خباثت ہے، کسی کے ساتھ کوئی خیر خواہی نہیں کی نہ کسی کو فائدہ پہونچانے والا کام کیا۔

(۴) وہ کافر کہ اس نے کفر کی حالت میں کچھ بھلے کام بھی کیئے ہیں۔

انسان کی یہ چار قسمیں ہوئیں۔

ان میں مؤمن کامل کا حساب نہ لیا جائے گا وہ بغیر حساب اور بغیر وزن اعمال کے جنت میں جائیگا، اسی طرح وہ کافر جس نے زندگی میں کسی کے نفع کا کوئی کام نہیں کیا، کفر کے ساتھ دوسروں کو ستاتا رہا، اس کے اعمال کا وزن نہ ہوگا، بغیر وزن اعمال کے وہ جہنم میں جائیگا، ایسے ہی کافر کے لئے فرمایا گیا ہے **فَلَا نُقِيمُ لَهُم يَومَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا** اور وہ کافر جس نے کچھ کام دوسروں کے نفع کے لئے کیئے تھے لیکن کفر کی گندگی کی وجہ سے

وہ عمل مقبول نہ ہوا ایسے کافر کے اعمال کا وزن ہوگا تا کہ اس کو حسرت ہو اور کفر کی خباثت کا احساس ہو اور سمجھ لے کہ اگر میں دنیا میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا تو آج قیامت کے دن میرے اعمال مجھ کو جنت میں لے جاتے اور میں اس سزا سے بچ جاتا، لیکن ہائے ناکامی کہ میرے کفر نے میرے اعمال کو خاک کر دیا، اب مجھ کو جہنم میں جا کر خاک ہونا ہے۔

ایک جواب یہ ہے کہ وزن بمعنی قدر ہو، اس صورت میں **فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْناً** کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم ان کی کوئی قدر نہ کریں گے وہ ہمارے نزدیک ذلیل وخوار ہوں گے، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں کی بات میں کوئی وزن نہیں یعنی بے وقعت ہے۔

عدل وقسط کی لغوی تحقیق

(۷) وقال مجاهد القسطاس العدل بالرومية

القسطاس بكسر القاف وبضم القاف دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

بعض لوگوں نے اشکال کیا ہے کہ یہ لفظ رومی ہے پھر قرآن پاک میں اس کو کیوں لایا گیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ مجاہد کے قول کا مطلب یہ ہے کہ یہ لفظ رومی زبان میں بھی مستعمل ہے جس طرح عربی زبان میں العدل کے معنی میں ہے، رومی زبان میں بھی اسی معنی میں آتا ہے یہ مطلب نہیں کہ یہ لفظ عربی نہیں بلکہ رومی ہے۔

اور اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ یہ لفظ رومی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اول وضع کے اعتبار سے یہ رومی زبان کا لفظ ہے بعد میں عربی بنالیا گیا، اور یہ استعمال عرب میں

شائع ہے، قرآن پاک میں پیل سے فیل کیا گیا اور حدیث پاک میں ہے **اطلبو العلم ولو بالصین** یہ چین سے معرّب کیا گیا ہے۔

(۸) ویقال القسط مصدر المقسط وھو العادل واما القاسط فھو الجائر.

قوله: مصدر المقسط ،اس میں اشکال ہوتا ہے کہ مقسط کا مصدر تو اقساط ہے یہاں قسط کو اس کا مصدر کہا گیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مضاف کے حذف کے ساتھ ہے تقدیر عبارت یہ ہے، **القسط مصدر المقسط** یعنی قسط مقسط کے مصدر کا مصدر ہے۔

امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ قسط اور مقسط دونوں کے معنیٰ عدل کے ہیں، اس کے بعد **اماالقاسط فھو الجائر** لاکر یہ بتایا کہ قسط تو بیشک عدل کے معنی میں ہے لیکن اس کے مشتقات کے یہ معنیٰ نہیں، چنانچہ قاسط قسط سے مشتق ہے لیکن اس کے معنیٰ ظالم کے ہیں اس کا حاصل یوں سمجھئے کہ قسط لفظ مشترک ہے، دو متضاد معنیٰ میں مستعمل ہوتا ہے، عدل کے معنی میں بھی آتا ہے اور ظلم کے معنیٰ میں بھی، جہاں جیسا قرینہ ہوگا اسی اعتبار سے اس کے معنی مراد ہوں گے۔

(لطیفه) حکی أن الحجاج لما أحضر سعید بن جبیر قال ماتقول فیَّ قال قاسط عادل فاعجب الحاضرین فقال لھم الحجاج ویلکم لم تفھموا جعلنی جائراً کافراً ألم تسمعوا قوله تعالیٰ واما القاسطون فکانوا لجھنم حطبا، وقوله تعالی ثم الذین کفروا بربھم یعدلون.

اشکاب منصرف ہے یا غیر منصرف؟

حدثنا محمدبن اشکاب

اشکاب بکسر الہمزہ، صرّح بہ الکرمانی، بعض لوگوں نے فتح کے ساتھ بھی لکھا ہے، یہ لفظ منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح پڑھا گیا ہے، اگر یہ لفظ عربی ہے تو صرف ایک سبب علمیت ہے، اسی لئے منصرف ہے، اور اگر لفظ عجمی ہے تو علم اور عجمہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

اشکاب لقب ہے، **اسمہ مجمع او معمر وقیل عبیداللہ وکنیتہ احمد ابوعبید اللہ وھو الصفار الحضر می نزیل مصر.** (کذافی فتح الباری)

محمد بن فضیل راوی کی تحقیق

محمد بن فضیل کے بارے میں بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ شیعہ تھے لیکن امام بخاریؒ کی جلالت شان اور حدیث کے بارے میں ان کی غایت درجہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اگر یہ شیعہ ہوتے تو امام اپنی کتاب میں ان کی روایت کبھی نہ درج کرتے، ان کی احتیاط کا اندازاس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ ایک محدث کی خدمت میں حدیث حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے معلوم ہوا وہ جنگل تشریف لے گئے ہیں، وہاں پہونچے تو دیکھا کہ وہ محدث صاحب اپنے گھوڑے کو خالی ڈلیا دکھا کر بلا رہے ہیں، امام بخاریؒ وہیں سے واپس آ گئے اور فرمایا کہ جو اپنے جانور کو دھوکہ دے سکتا ہے اس کی حدیث میں کیا اطمینان کیا جائے۔

نیز محمد بن فضیل سے دوسرے اصحاب صحاح ستہ نے بھی روایت کی ہے اس سے محمد بن فضیل کی توثیق عملی ہوتی ہے، ائمہ جرح وتعدیل نے قولاً ان کی توثیق فرمائی ہے، چنانچہ میزان الاعتدال میں ان کے بارے میں لکھا ہے **ھو صادق مشھور صاحب الحدیث.**

امام نسائی نے ان کے بارے میں **لا بأس به** فرمایا ہے، امام احمد بن جنبلؒ نے ان کو صدوق کہا ہے۔

بعض حضرات نے جواب دیا ہے کے تشیع کے عرفی معنیٰ مراد نہیں جس کے معنی شیعہ ہونے کے ہیں بلکہ اصطلاحی معنی مراد ہیں، اصطلاح محدثین میں یہ لفظ رواۃ کے چوتھے طبقہ پر بولا جاتا ہے اس صورت میں محمد بن فضیل کے اہل تشیع میں سے ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ رواۃ مقبولین کے چوتھے طبقہ کے یہ راوی ہیں۔

ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ شیعہ کئی قسم کے ہیں ایک فرقہ وہ ہے جو صحابہ کو سبّ وشتم نہیں کرتا اور حضرت علیؓ کو شیخین پر فضیلت بھی نہیں دیتا، صرف حضرت عثمان پر فضیلت کا قائل ہے، اس فرقہ کو گمراہ نہیں کہا گیا، ہوسکتا ہے کہ محمد بن فضیل کا تعلق اسی فرقہ سے ہو۔

تمت

حضرت اقدس مولانا صدیق احمد صاحبؒ نے شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب کی اتنی ہی تقریر لکھی تھی جسکو صاف کر کے احقر نے حضرت کو دکھلایا تھا، بعض موقع پر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب کی تشریف آوری نہ ہوسکی تو حضرت اقدسؒ نے خود ہی ختم بخاری شریف فرمائی تھی، اس موقع کی تقریر بھی احقر نے ضبط کی تھی لیکن وہ حضرتؒ کے علمی واصلاحی ملفوظات وافادات کے ہزاروں صفحات کے درمیان مخفی ہے، اس وقت اسکو تلاش کر کے صاف کرنا مشکل ہے، آئندہ انشاء اللہ اسکو بھی صاف کر کے منظر عام پر لانے کی کوشش کی جائے گی۔

اتنا یاد ہے کہ ختم بخاری شریف کے موقع پر حضرت کی وہ تقریر بڑی پر اثر اور رقت آمیز تھی، حضرت خود بھی رو رہے تھے اور مجمع بھی رو رہا تھا، حضرتؒ نے امام

بخاریؒ پر ہونے والے مظالم اور لوگوں کی طرف سے ان کی ناقدری کا تذکرہ فرمایا اور ارشاد فرمایا جب اللہ کے نیک بندوں کی ناقدری کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ نعمت چھین لیتا ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے امام بخاری سے فرمایا محمد لوگوں نے تمہاری ناقدری کی آؤ ہم تمہاری قدر کرتے ہیں، میری آغوش رحمت میں آجاؤ، اللہ تعالیٰ نے امام بخاری کو اپنے پاس بلالیا اور ان کی دفات ہوگئی، امت بڑی نعمت سے محروم ہوگئی۔

باب ۵

حدیث پڑھنے والے طلبہ کے لئے چند اہم نصیحتیں

مضمون مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصحیح نیت اور اخلاص واحتساب کا اہتمام

(۱) پہلی چیز جس کا اہتمام بہت ضروری اور اہم ہے، وہ کتب حدیث کے درس وتدریس اور بحث وتحقیق میں اخلاص واحتساب اور تصحیح نیت ہے، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ان خالص دینی واجبات واعمال میں (جنہیں انسان محض امرالٰہی کی تعمیل اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے کرتا ہے) ایمان واحتساب کی شرط لگائی ہے، اس لئے کہ ان اعمال میں بھی بعض مرتبہ ماحول کا دباؤ اور لوگوں اور قیل وقال اور تنقید وملامت کا خوف شامل ہوجاتا ہے، اور انسان ان اعمال کو بھی معاشرہ کے اثر سے ملامت کے خوف سے کرتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دینی واجبات واعمال میں بھی حصول ثواب ورضائے الٰہی اور حصول تقرب کی نیت کے استحضار کی قید

لگادی، اور یہ بات نبی ہی کہہ سکتا ہے، جس پر اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے، اور وہ انسانی کمزوریوں اور خواہشات نفسانیہ کے اسباب اور شیطانی مکائد سے بخوبی واقف ہوتا ہے، ارشاد نبوی ہے:

من صام رمضان إيمانا واحتسابا غفر له ماتقدم من ذنبه.

(صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب من صام رمضان ایمانا واحتسابا)

(جس نے رمضان کے روزہ رکھے، ایمان واحتساب کی نیت سے تو اللہ تعالیٰ اس کے گذشتہ گناہوں کو معاف کردے گا۔)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

من قام ليلة القدر إيمانا واحتسابا غفر له ماتقدم من ذنبه.

(صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب فضیلۃ لیلۃ القدر)

(جو لیلۃ القدر میں ایمان واحتساب کی نیت سے عبادت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے گذشتہ سب گناہوں کو معاف کردے گا)

تو جب انسان کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ رمضان کے روزے اور شب قدر کی عبادت کو (جب کہ ان میں مشقت ومجاہدہ ہے، اور ان کو صرف تقرب الی اللہ اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے مشروع کیا گیا ہے) ایمان واحتساب سے خالی ہو کر نہ کرے، تو وہ اعمال ومساعی جن کے متعدد مقاصد وفوائد ہو سکتے ہیں، ان کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے، اس لئے ان مساعی ومشاغل میں اس کی طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے کہ ان میں اجر وثواب کی نیت کا استحضار ہو اور انفرادی واجتماعی فوائد ملحوظ ہوں، اور اس کی تبلیغ ودعوت ہو، اس کی روشنی میں معاشرہ کا جائزہ لیا جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل ہو کہ:

نضر اللّٰہ أمرء سمع منا شئیا فبلغه کماسمعه،فربّ مبلغ أوعیٰ من سامع. (جامع ترمذی)

(اللہ تعالیٰ اس شخص کو سرسبز وشاداب رکھے جس نے ہم سے کچھ سنا پھر ویسے ہی اس کو دوسروں کو پہونچایا، بسا اوقات جس کو اس نے پہونچایا ہے وہ سننے والوں سے زیادہ محفوظ رکھنے والا ہوتا ہے۔)

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کی ابتداء بڑی حکمت سے کی ہے اور اس میں توفیق الٰہی شامل ہے کہ کہ انھوں نے سب سے پہلے یہ حدیث ذکر کی ہے:

إنماالأعمال بالنیات ،وإنمالکل امرئ مانویٰ،فمن کانت هجرته إلی دنیا یصیبهااوإلی امرأة ینکحهافهجرته إلی ماهاجرإلیه. (بخاری کتاب الایمان)

(اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، ہر آدمی کو وہی ملے گا جیسی اس کی نیت ہوگی جس نے ہجرت حصول دنیا کے لئے یا کسی عورت سے شادی کے لئے کی ہوگی تو اسی کی طرف اس کی ہجرت ہوگی، یعنی اس کو ہجرت کرنے کا اجر نہیں ملے گا۔)

اس حدیث سے کتاب کی ابتداء میں امام بخاریؒ کے دواہم مقاصد ہیں، پہلا مقصد تو یہ ہے کہ امام صاحب نے یہ اشارہ فرمادیا کہ ان کا جمع وتالیف کا عمل محض رضائے الٰہی کے حصول اور ثواب کی امید میں ہے، اور اس لئے ہے کہ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو صحیح سندوں سے ثابت ہے اس کو عام طور پر مسلمانوں اور خاص طور پر علماء اور حدیث سے اشتغال رکھنے والوں تک پہونچایا جائے۔

دوسرا مقصد امام صاحب کا یہ ہے کہ وہ پڑھنے والوں کو بھی تصحیح نیت کی دعوت دیں، اور رضائے الٰہی کے حصول کا جذبہ یاد دلائیں، اس طرح یہ حدیث شریف کسی بھی کتاب کے لئے بہترین دیباچہ اور مقدمہ ہے۔

علم حدیث کے طلبہ اور مطالعہ کرنے والوں کے لئے سب سے پہلے ضروری یہ ہے کہ وہ اپنی نیتوں کی تصحیح کریں، اپنے اندر اخلاص واحتساب پیدا کریں ،تقرب الی اللہ کا جذبہ بیدا کریں، اس کے ثواب اور توفیق کی امید رکھیں، اور طلب دنیا اور مادی اغراض ومقاصد کو دل سے نکال دیں، شہرت وناموری اور حصول دنیا کا جذبہ ان کے اندر نہ ہو، اگر بغیر قصد وارادہ کے بھی یہ بات دل میں پیدا ہو تو اس کو کھرچ دیں۔

تواضع کے ساتھ شکر خداوندی کی بھی ضرورت

اور باوضو رہنے کا اہتمام

ایمان واحتساب کی اور حدیث نبوی کی قدر ومنزلت کی معرفت کے ساتھ ساتھ اس کا وہ ادب واحترام جو اس کے شایان شان ہے، تواضع وفروتنی کا اظہار اور پھر اللہ تعالیٰ کی عطا فرمائی ہوئی توفیق وسعادت پر اس کا شکر بجالانا بھی ضروری ہے، اس سلسلہ میں حدیث کے مدرسین ومعلمین اور اس کی قدر پہچاننے والے اور اس توفیق الٰہی پر اس کا شکر کرنے والے طلبۂ حدیث کے عجیب ومحیر العقول واقعات تاریخ کی زینت ہیں کہ وہ کس طرح اس کے درس ومطالعہ کے وقت باوضو رہتے اور آداب ملحوظ رکھتے اور انصاف سے کام لیتے۔

ناقدری اور بے ادبی کرنے والوں کا انجام

جس نے اس کے خلاف کیا احادیث اور کتب حدیث کے ساتھ سوء ادب اور اہانت کا معاملہ کیا اور سخت تنقیدیں کیں اور ان کے بارے میں ایسے واقعات موجود ہیں جن کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ کس درجہ وہ الحاد ودہریت کا شکار ہو گئے اور غضب الٰہی کا نشانہ بنے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں اور طالبان علوم دینیہ کو اس دردناک

انجام سے محفوظ فرمائے۔

اصلاح باطن، تزکیۂ نفوس، تہذیب اخلاق اور اتباع سنت کی ضرورت

قرآن مجید سے یہ بات ثابت ہے کہ بعثت شریفہ کے بنیادی مقاصد میں تعلیمِ کتاب وسنت اور تزکیۂ نفوس ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولاً مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ. (سورۂ بقرہ:۱۵۱)

(جس طرح منجملہ اور نعمتوں کے ہم نے تم میں تمہیں میں سے ایک رسول بھیجا، جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور تمہیں پاک بناتے ہیں، اور کتاب (قرآن) اور دانائی سکھاتے ہیں، اور ایسی باتیں بتاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔)

اور فرماتا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ،وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ. (سورۂ آل عمران:۱۶۴)

(خدا نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انھیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں، اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّیْنَ رَسُولاً مِّنْهُمْ یَتْلُوْ عَلَیْهِمْ آیَاتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ.(سورۂ جمعہ:۲)

(اور وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر بنا کر بھیجا، جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے، اور انھیں (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں، اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔)

تو تزکیۂ نفوس بعثت کے بنیادی مقاصد میں سے ہے، اور ان بڑے مظاہر میں سے ہے کہ جن میں معجزۂ نبوی، شریعت اسلامی اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا، اور یہ مسئلہ اخلاق کی تہذیب، فضائل سے آراستہ ہونے اور رذائل سے پاک ہونے کا ہے کہ وہ مسلمان جو اس نبوی مدرسہ وتربیت گاہ سے تربیت یافتہ ہیں، اخلاق کی بلندی اور انسانی اقدار میں کامل نمونہ ہوں، اور یہ سب کچھ نور نبوت اور تعلیمات نبوی کا فیضان ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی عملی تفسیر ہوں کہ:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِی رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ کَانَ یَرْجُو اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الآخِرَ وَذَکَرَ اللّٰهَ کَثِیْراً.(سورۂ احزاب:۲۱)

(اور تم کو پیغمبرِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی (کرنی) بہتر ہے، (یعنی) اس شخص کو جسے خدا (سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی امید ہو، اور وہ خدا کا ذکر کثرت سے کرتا ہو۔)

اللہ تعالیٰ نے لفظ حکمت کو متعدد جگہوں پر ان ہی اخلاق وآدابِ نبوی کے لئے استعمال فرمایا ہے، اس مسئلہ (تہذیبِ اخلاق وتزکیۂ نفوس) کی اہمیت حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کے اس ارشاد مبارکہ سے بھی ظاہر ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إنما بعثت لاتمم مكارم الأخلاق. (بلاغات امام مالک)

(میں اس لئے مبعوث کیا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کر دوں۔)

تو یہ اس کی بہترین مثال اور افضل ترین نمونہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیم. (سورۂ قلم)

(بلاشبہ آپ تو بلند اخلاق پر ہیں۔)

تو خاص طور سے کتب حدیث ودواوین سنت سے استفادہ کرتے وقت تزکیۂ نفس، تہذیب اخلاق، اتباع سنت، تعلیمات وآداب نبوی کی پیروی کے پہلو کی طرف توجہ کی ضرورت ہے، ہر حدیث کا طالب علم چہ جائیکہ معلم ومحقق ہو، اس کو لوگوں کے لئے اخلاق ومعاملات میں، طور وطریق میں، اسوہ ونمونہ ہونا چاہئے، علم حدیث اور سیرت وسنت سے اشتغال کی تاثیر اس کی زندگی سے نمایاں ہو، اس کا طور وطریق اس کی اثر پذیری پر ایک روشن دلیل ہو، اور یہ لوگوں کو (خاص طور پر ان ممالک میں جن میں اکثریت غیر مسلموں کی ہو یا وہاں مغربی تہذیب کا غلبہ ہو) اس امتیاز وتفوق کے اسباب پر غور وفکر پر آمادہ کرے، اور اسلام وسیرت نبوی کے مطالعہ پر مجبور کرے، یہ دعوتِ اسلام کا ایک بہترین ذریعہ اور ذرائع ابلاغ اختیار کئے بغیر ان کو متوجہ کرنے کا ایک اچھا راستہ ہے۔

اس مقصد کی تکمیل کے لئے ان احادیث صحیحہ کی کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے، جن میں خاص طور پر اس موضوع پر توجہ کی گئی ہے۔

ان اہم ترین کتابوں میں امیر المومنین فی الحدیث امام بخاریؒ کی ''الادب المفرد'' ہے، دوسری کتاب جو اسی موضوع پر تصنیف کی گئی وہ حافظ کبیر ذکی الدین

عبدالعظیم منذری دمشقیؒ (م ۶۵۶ھ) کی ''الترغیب والترہیب'' ہے، جو چار ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

تیسری کتاب جو مشہور ومقبول ہے، امام ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف نوویؒ (م ۶۷۶ھ) کی ''ریاض الصالحین'' ہے۔

اجتہادی مسائل اور مختلف مذاہب فقہیہ سے متعلق ضروری ہدایت

اخیر میں یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہئے کہ وہ مذاہب فقہیہ جن پر زمانہ قدیم سے عمل چلا آرہا ہے، جن میں احکام کے استنباط واستخراج کی بنیاد کتاب وسنت ہے، ان کو ہدف ملامت نہ بنایا جائے اس لئے کہ یہ بے موقع صلاحتیوں کا ضائع کرنا اور دوست سے برسرپیکار ہونا ہے، بے شک اجتہادی اختلاف کے اظہار کی گنجائش موجود ہے، بشرطیکہ نیت درست ہو، زہد وتقویٰ اور اخلاص پایا جاتا ہو، کتاب وسنت کا احترام ہو اور ان کو اساسِ اول قرار دیا جائے، اور جن کو اللہ نے قبولیت ومقبولیت عطا فرمائی ہے اور شہرت وعموم سے نوازا ان کا بھی احترام کیا جائے۔

ان تمام چیزوں کے بجائے تمام تر توجہات اور اللہ کی دی ہوئی صلاحتیں کتاب وسنت کی تحقیق ومطالعہ اور قرآن وحدیث سے استدلال میں صرف کی جائیں، اور اللہ نے جو زوربیان اور قوت خطابت واستدلال عطا فرمایا ہے ان کو شرک وبدعات اور ان کے مظاہر کی تردید میں لگایا جائے، خاص طور پر ان ملکوں میں جہاں اسلام عجمی فاتحین کے ذریعہ داخل ہوا، اور جہاں اکثریت غیرمسلموں کی ہے، اور مسلمان بھی ان ہی رسوم وعادات اور عقائد وتقلیدات میں ملوث ہیں، اور جہاں طویل طویل وقفہ ایسے گذرے ہیں کہ حدیث شریف کے مطالعہ وتحقیق، اس کی نشر واشاعت، قرآن مجید میں غور وفکر

،اس کی تعلیمات کا علم اور علاقائی زبانوں میں اس کی نشر واشاعت کا کام بند رہا ہو، جیسا کہ ہمارے ملک ہندوستان کا ہے۔

(مطالعہ حدیث کے اصول ومبادی ص ۷۳ تا ۸۴)

فارغ ہونے والے طلبہ کے لئے
حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی چند اہم نصیحتیں

نیک صحبت کا اہتمام کیجئے اور کسی اللہ والے سے مربوط رہئے

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ فارغ ہونے والے طلبہ کو الوداعی نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

آپ کے سامنے میں وہ چند باتیں پیش کرتا ہوں جن کی رہنمائی اور روشنی میں آپ اپنے سفر کا آغاز کر سکتے ہیں۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آپ اپنی زندگی کے لئے ایک شخص کا انتخاب کرلیں، یہ حقیقت ہے کہ چراغ سے چراغ جلتا ہے اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ کوئی بھی مخلص بندہ آپ کو کہیں مل جائے تو اس کو آپ اپنا رہنما مان کر اپنی زندگی کی نئی تعمیر شروع کریں...... جہاں کہیں یہ بندۂ خدا آپ کو ملے اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے

دیجیے اور کچھ دنوں سے اس کی ہر چیز کو اپنے اندر منتقل کرنے کی کوشش کیجیے۔

(پا جا سراغ زندگی ص: ۳۴، ۳۵)

یہی چیز تھی جسکی وجہ سے حضرت ملاّ نظام الدینؒ بانی درس نظامیہ نے سید عبدالرزاق بانسویؒ کا دامن پکڑا جو بالکل ہمارے بارہ بنکی اور لکھنؤ کے دیہات کی بولی بولتے تھے جیسے آوت ہے، جاوت ہے۔(یعنی آتا ہے جاتا ہے) یہ ان کی زبان تھی مگر ملاّ نظام الدین کا حال یہ ہے کہ ''مناقب رزّاقیہ'' میں دیکھتے چلے جائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو ان کے سامنے بالکل ہیچ سمجھ رہے ہیں اور آپ ہر دور میں اس کی مثال دیکھیں گے۔

تیرھویں صدی میں مولانا عبدالحی صاحبؒ جن کو شاہ عبدالعزیز صاحب خود شیخ الاسلام کا لقب دیتے ہیں۔ اور مولانا اسماعیل شہیدؒ جن کو (شاہ صاحبؒ) حجۃ الاسلام کے لقب سے یاد کرتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ: ''شیخ الاسلام مولانا عبدالحی اور حجۃ الاسلام مولانا اسماعیل شہیدؒ اگرچہ یہ دونوں میرے عزیز ہیں اور مجھ سے چھوٹے ہیں۔ مگر اظہار حق واجب ہے اس لیے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو وہ مقام عنایت فرمایا ہے کہ جو کمتر کسی کو حاصل ہے''، نیز فرماتے ہیں کہ: ''ان کو مجھ سے کم نہ سمجھو''۔

تو ان لوگوں کو دیکھئے کہ سید احمد شہیدؒ سے رجوع ہوئے جو کہ اُمّی تو نہیں تھے مگر محض فارسی داں تھے اور جو کوئی پاس سے گذرتا اس سے پوچھتے، ارے بھائی! اس لفظ کے کیا معنی ہیں ذرا بتاتے جایئے، ان کا یہ علم تھا اور مولانا عبدالحیؒ سے تو انھوں نے پڑھا بھی تھا اس کے باوجود ان دونوں حضرات نے سید صاحب کی رکاب جو تھامی ہے تو مرتے دم تک نہیں چھوڑی، جب کوئی پوچھتا کہ آپ لوگوں نے سید صاحبؒ میں کیا بات دیکھی جس کی وجہ سے ان کی طرف رجوع کیا؟ حالانکہ وہ علم میں بھی آپ کے

مقابل میں کوئی مقام نہیں رکھتے، تو فرماتے بھائی ہم کو نماز پڑھنی بھی نہ آتی تھی انھوں نے نماز پڑھنا سکھایا۔ روزہ رکھنا نہ آتا تھا انھوں نے روزہ رکھنا سکھایا، نیز فرمایا کہ میں یہ عرض کررہا تھا کہ جیسی اور بہت سی چیزیں ہیں یہ بھی ضروری ہے کہ کوئی جگہ ایسی ہو جہاں پڑھے لکھوں کو بھی جا کر معلوم ہو کہ میں کچھ نہیں ہوں، اگر خدانخواستہ ایسی جگہیں ختم ہوگئیں اور ایسے اللہ کے بندے نہ رہے اگر صرف مدعیان علم رہ گئے اور ہم جیسے لوگ رہ گئے جن کے متعلق لوگ معلوم نہیں کیا کیا سمجھتے ہیں تو یہ بڑے خطرے کی بات ہے۔

(اصلاح واستفادہ سے کوئی مستغنی نہیں ص ۴ تا ۱۳۔ تعمیر حیات اپریل ۱۹۹۹ء)

اللہ والوں کی خدمت میں حاضر ہو کر دل کی بیٹری چارج کرتے رہیے

(ایک ضروری) بات یہ کہ اپنی (اصلاح کی) طرف سے غافل نہ رہیں بلکہ اپنے دل کا، اعمال کا، نفس کا محاسبہ کرتے رہیں، خود اپنے ممتحن بن جائیں اور اس کو ٹٹولتے رہیں، اس کے لئے میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ آپ .... اچھے حقانی ربانی لوگوں کی خدمت میں حاضر ہوں جو بے غرض ہیں، جن کے پاس بیٹھ کر خدا یاد آتا ہو، ان سے ملاقات کریں، یا کسی دینی ماحول میں تھوڑا وقت گذاریں اگر یہیں رہیں گے (یعنی اپنے مقام پر ہی جمے بیٹھے رہیں گے اور اللہ والوں سے ربط نہ رکھیں گے اور ان کی خدمت میں حاضری نہ دیں گے) تو تعلق باللہ اور ایمانی کیفیات کا سرمایہ ختم ہوتا جائے گا جیسے کہ بیٹری برابر استعمال میں رہے تو اس کا مسالہ ختم ہوتا جائے گا اس کو نئے سیلس کی ضرورت ہوگی اس طرح سے اپنے دلوں کی بیٹری کو بھی ہمیشہ نئے سیل دیتے رہیں اور

تھوڑے تھوڑے وقفے سے (اللہ والوں کی خدمت میں حاضری دیتے رہیں)۔

(خطبات علی میاں ۱۴۲ ج ۳)

بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو لوگ کچھ لکھ پڑھ جاتے ہیں یا ان کو کچھ تصنیف وتالیف کا اتفاق ہوتا ہے اور ان کی طرف کچھ نگاہیں اٹھنے لگتی ہیں کہ ہم بھی کچھ جانتے بوجھتے ہیں تو پھر اب ان کو کچھ سننے کی اور کہیں جانے کی اور کسی سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت نہیں تو ان کا یہ خیال بالکل صحیح نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی دور میں بھی اور کسی عمر میں بھی، گمنامی اور شہرت کی حالت میں بھی استفادہ سے بلکہ اصلاح سے مستغنی نہیں ہوتا، ہمہ شما کا تو خیر ذکر کیا ہے، جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی صحبت حاصل تھی، ایسی پاک صحبت جس کے بعد کسی صحبت کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا اور کوئی صحبت اس سے بڑھ کر مؤثر نہیں ہو سکتی مگر پھر بھی صحابہ کرامؓ کو آپ کے بعد ہمیشہ اس بات کی فکر وطلب رہتی تھی کہ اپنے ایمان میں اضافہ کریں، اور ہمارے قلوب میں وہی سوز وگداز اور وہی کیفیات پیدا ہوں جو صحبت نبوی میں حاصل ہوا کرتی تھیں۔

واقعہ یہ ہے کہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد مجھے اس کی ضرورت محسوس ہوتی تھی کہ میں ایسے حضرات کی خدمت میں حاضری دوں۔

(اصلاح واستفادہ سے کوئی مستغنی نہیں ص ۴ تا ۱۳۔ تعمیر حیات اپریل ۱۹۹۹ء۔)

میں طالب علموں سے کہا کرتا ہوں کہ بھائی اصل چیز یہ ہے کہ اپنے استادوں کو راضی کرو اور ان کی دعائیں لو مجھے جو کچھ ملا ہے اسی وجہ سے ملا ہے اور تم کو بھی کبھی جو کچھ ملے گا اسی وجہ سے ملے گا۔ (خطبات مفکر اسلام ص ۱۹۰، ۱۹۱ ج ۳۔)

ہر کام میں اخلاص وتصحیح نیت کا خیال رکھئے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

ایک چیز جس سے لوگ بہت غافل ہیں وہ تصحیح نیت ہے، اچھے کام کرتے ہیں اور اس میں اللہ کی رضا کی نیت اور استحضار نہیں ہوتا، ذہن اس کے لئے تیار نہیں ہوتا کہ ہم یہ کام کیوں کر رہے ہیں، عادتاً کر رہے ہیں یا عبادۃً کر رہے ہیں اس کو حدیث کی اصطلاح میں ایمان اور احتساب کہتے ہیں۔

تو ایک چیز تو یہ ہے اس سے بہت غفلت ہے اور اس سے غفلت کی وجہ سے ہم بہت بڑے ثواب سے محروم ہیں اور روحانی ترقی سے بھی کہ ہم جو بھی کام کریں اللہ کی رضا کے لئے کریں اس پر اللہ تعالیٰ نے اس ثواب کا وعدہ کیا ہے۔

ولایت کا راستہ

یہ ایک ولایت کا راستہ ہے جس کو ہم بتا رہے ہیں، اللہ ہمیں بھی توفیق دے کہ جو کام ہم کریں اس پر ذہن کا استحضار رکھیں اور اکثر چیزوں پر اجر وثواب کا وعدہ ہے، مسلمان بھائی سے ہنس کر بولنا، خوش ہو کر بولنا، محبت سے بات کرنا، کسی کی مدد کر دینا، راستے سے کانٹا یا کوئی ٹھوکر والی چیز کو ہٹا دینا کسی کو راستہ بتا دینا، کسی کے یہاں عیادت کے لئے جانا ان میں اجر وثواب کی امید ہو، ایمان واحتساب ہو، یعنی خدا کے وعدوں پر یقین اور ثواب کی امید ہو، اگر یہ کریں گے تو پوری زندگی عادت نہیں عبادت بن جائے گی۔

(خطبات علی میاں ص: ۲۶۹، ۲۷۱ ج ۷)

نماز باجماعت کا اہتمام کیجئے

عزیزو! میں صاف صاف آپ سے کہتا ہوں اور اس میں کسی اشارے کنایہ

سے کام نہیں لیتا آپ نماز پنجگانہ کی پابندی کریں، نوافل تسبیحات کو بھی ترک نہ کریں، تا کہ معلوم ہو کہ آپ کسی دینی درسگاہ سے پڑھ کر آئیں ہیں مسجد کی طرف جانے میں بلکہ تمام کاموں میں ثواب کی نیت کریں، یہ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ جو منزلیں اور جو امتحان و آزمائشیں آپ کو پیش آنے والی ہیں، اور یہ ملک بلکہ ملت اسلامیہ جس راستے سے گذر رہی ہے پھر معاشی ذمہ داریاں خاندان کی پرورش کا مسئلہ پھر جو اخلاقی بیماریاں اور امراض ہیں وہ سب نماز کی ادائیگی میں فرق پیدا کر سکتے ہیں، اور اس کی طرف سے توجہ ہٹا سکتے ہیں۔

مگر اس نماز سے بھی پہلے بنیادی اہمیت عقیدۂ توحید کی ہے آپ کا عقیدہ خالص اور بے آمیز توحید کا عقیدہ ہو، اس سلسلے میں مسلک ولی اللہ آپ کا معیار اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' آپ کا دستور العمل ہو۔

(خطبات علی میاں ص:۲۱۶ ج۶)

نوافل، تہجد اور اذکار کی بھی پابندی کیجئے

تیسری بات یہ ہے کہ کچھ فجر سے پہلے اٹھنے کی کوشش کی جائے، چار ہی رکعات ہوں، دو دو رکعت کر کے پڑھیں وہ وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کے متوجہ ہونے کا ہے، ہلکی سہی دو دو رکعت پڑھے، اللہ توفیق دے آٹھ رکعت جو مسنون ہیں ورنہ چار ہی رکعت پڑھ لے اور اس کے بعد کچھ ذکر و استغفار کریں۔

اس پر تمام اولیاء اللہ کا اتفاق ہے اور تمام طرق جو تصوف کے طریقے ہیں اور صالحین کا اور جتنی نسلیں امت کی گذری ہیں سب کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ وقت بڑا قیمتی ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول کا وقت ہے، دعاؤں کی قبولیت کا وقت ہے تھوڑی سی

اس کی عادت ڈال لیں۔تھوڑا سا فرق پڑتا ہے،زیادہ فرق نہیں،فرض کر لیجئے کہ صبح صادق تین بجکر پینتیس منٹ پر ہورہی ہے اب لوگ ہیں ساڑھے تین بجے اٹھ جاتے ہیں،چار پونے چار بجے اٹھ جاتے ہیں،تو تین بجے اٹھ جائیں،تین بج کر دس منٹ پر اٹھ جائیں،اور جلدی جلدی وضو کر کے دو دو رکعت کر کے نماز پڑھ لیں اور پھر دعا کر لیں، اپنے لئے تمام مسلمانوں کے لئے ،اسلام کے غلبے کے لئے،حسن خاتمہ کے لئے اور جو بھی یاد ہو اور ایک تسبیح درود شریف کی ،ایک تسبیح تیسرے کلمہ کی،ایک تسبیح استغفار کی ہو جائے تو اور ہی اچھا ہے یہ تین چیزیں ہیں اور باقی یہ کہ بزرگوں کے حالات پڑھے جائیں اس کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ (خطبات علی میاں ص:۲۷۲ج ۷)

مثالی زندگی اختیار کیجئے اور اپنے وقار کو برقرار رکھئے

(ایک ضروری) بات جو عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ ہماری زندگی عوام کی زندگی سے ممتاز ہو، دیکھنے والا کھلی آنکھوں دیکھے کہ یہ دنیا کے طالب نہیں ہیں،ان کے یہاں مال و دولت معیار نہیں ہے، ہمارے کام زیادہ تر حسبۃ للہ ہوں،جیسا کہ ہمارے اسلاف کا طریقہ رہا ہے، جب تک ہمارے طبقۂ علماء میں یہ اخلاقی امتیاز نہ ہوگا،ایثار کا مادّہ نہ ہوگا، ان کی شخصیت مؤثر اور قابل احترام نہیں ہوگی، دل و دماغ میں دین کا گہرا اثر و وقار نہیں ہوگا۔

علماء کا وقار اس سے نہیں بڑھے گا کہ یہ مدرسہ اتنا بڑا ہے،وہ مدرسہ اتنا بڑا ہے، وہاں اتنے طالب علم پڑھتے ہیں اور وہاں کے جلسے اتنے کامیاب ہوتے ہیں،اس سے علماء کا وقار نہیں قائم ہوگا،علماء کا وقار قائم ہوتا ہے ذاتی نمونہ سے،عوام جب دیکھتے ہیں کہ

یہ چیز ایسی ہے کہ اس پر جان دے دی جائے، لیکن علماء اس کو ہاتھ لگانا بھی گناہ سمجھتے ہیں، وہ اس کو خاطر میں نہیں لاتے، ہم نے سمجھا ہے کہ دولت سب سے بڑی چیز ہے، ان کے یہاں دولت کی کوئی حقیقت نہیں ہے، جیسا کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے نواب صاحب ڈھاکہ کو جواب دیا تھا، نواب صاحب نے کہلوایا کہ آپ مجھ سے مل لیں، حضرت نے کہلوایا کہ نواب صاحب سے کہنا کہ آپ کے پاس جو چیز ''دولت'' ہے وہ میرے پاس بقدر ضرورت موجود ہے، لیکن میرے پاس جو چیز ہے وہ آپ کے پاس بقدر ضرورت بھی نہیں ہے، اس لئے آپ کو آنا چاہئے، مجھے آنے کی ضرورت نہیں۔

(خطبات علی میاں ص: ۸۳ ج ۱)

اپنے زہد واستغناء کی مثال قائم رکھئے

(ایک اہم) بات یہ کہ آپ زہد واستغناء کی ایسی مثال قائم کریں کہ بڑی سے بڑی حکومت وسلطنت آپ کو خرید نہ سکے، اس دین کے اب تک باقی رہنے کا راز بھی یہ ہے کہ ربانی وحقانی علماء کو آج تک کوئی خرید نہیں سکا...... آپ اپنے کو پوری طرح آزاد رکھئے، کسی حکومت کی سرپرستی، اور کسی مالی سرچشمہ اور سرپرستی سے آزاد رہئے، اس وقت یہ عام ہوا چلی ہوئی ہے عربی پڑھنے والے خلیجی ملکوں میں جاتے ہیں اور خاص طور پر سعودی عرب جاتے ہیں تاکہ بڑی نوکری تلاش کریں۔ (خطبات علی میاں ص: ۲۱۷ ج ۶)

تواضع اختیار کیجئے، خود اختلاف سے بچئے اور امت کو بچائیے

مسلمانوں کی پچھلی تاریخ میں ہمارے سامنے بڑی عبرت ناک مثالیں ہیں، جن ملکوں میں اسلام کا زوال ہوا یا دشمنِ اسلام طاقتیں غالب آئیں، آپ اگر تحقیق

کریں گے تو ان میں کچھ ایسی چیزیں پائیں گے، جن سے اس دور میں سبق لیا جاسکتا ہے، ان میں ایک چیز تھی علماء کا شدید اختلاف، اور دوسری چیز یہ تھی کہ علماء کا عوام سے رابطہ نہیں تھا، ان کی شخصیتیں اتنی مؤثر نہیں رہ گئیں تھیں کہ عوام کے قلوب میں دین کا احترام اور علماء کا وقار قائم رکھتیں۔

اپنے اس تاریخی مطالعہ اور عالم اسلام سے قریبی واقفیت کی بنا پر کہتا ہوں کہ اعتقادی اور سیاسی انتشار اس ملک کے لئے سخت خطرناک ہے، یہاں مذہبی گروہ ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں، بعض بحثیں جو علمی انداز میں ہوسکتی تھیں ان کو عوام میں لے آیا گیا ہے، اور ان کی بنیاد پر متحارب کھیپ اور متوازی محاذ بن گئے ہیں، یہ سخت خطرناک بات ہے، میں بھی اسی گروہ سے تعلق رکھتا ہوں جس سے آپ کا تعلق ہے، میرے احساسات بالکل وہی ہیں جو آپ کے ہیں، اور صرف احساسات نہیں بلکہ ہمارے بزرگوں نے تو وہ جھنڈا بلند کیا جس کی وجہ سے ہم کو نئے نئے لقب ملے، اور سخت مشکلات اور مخالفتوں کا سامنے کرنا پڑا، لیکن اگر زمین ہی پاؤں کے نیچے سے نکل گئی تو پھر یہ عمارتیں کس پر قائم ہوں گی؟

ہمارے بزرگوں نے ملک میں دین بچانے کے لئے بڑی قربانیاں دی ہیں، اور ضرورت پڑی ہے تو اپنی غلطی تسلیم کر لی ہے، اور دب گئے ہیں، جھک گئے ہیں، اور نیچے اتر آئیں ہیں، انہوں نے صاف کہہ دیا ہے کہ بھائی آپ ہی اوپر بیٹھئے، مگر دین باقی رہ جائے، ہمارے بزرگوں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے مسلک اور ان کے مکتبِ فکر کے لوگوں کی ہندوستان میں یہی روایت رہی ہے، آپ درس کے حلقوں اور علمی مجلسوں میں اختلافی مسائل پر آزادی کے ساتھ گفتگو کیجئے، ان مسائل پر کتابیں لکھئے، مگر ملک کو داؤ پر نہ لگایئے، جب کوئی ایسا محاذ قائم کیا جاتا ہے اور اس طرح کی دعوت دی جاتی ہے

جس میں احساس برتری یا اظہار برتری ہوتا ہے تو اس کے مقابل دوسرا محاذ بن جاتا ہے، اور وہاں سے صدائے ''ہم چوں من دیگرے نیست'' بلند ہونے لگتی ہے، ہمارے بزرگوں کا سارا کام تواضع کے ساتھ تھا، اتہام نفس کے ساتھ تھا، ایمان واحتساب کے ساتھ تھا، نہ ان کو سیادت وقیادت کا دعویٰ تھا، اور نہ یہ کہ ہماری جماعت ہی نے سب کچھ کیا، اور ہم ہی سب کچھ ہیں......

یہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ ہی تھے اور ان کا درد تھا، اور ان کی بصیرت تھی جس نے ہندوستان کا نقشہ بدل دیا، آپ انہیں کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں، اس نسبت کا تقاضہ ہے کہ ملت اور دین کے لئے جس ایثار وقربانی کی ضرورت ہے وہ پیش کیجئے، اور صاف کہیئے کہ اچھا بھائی تم ہی سہی، تمہارا ہی کارنامہ سب سے بڑا ہے، ہم سب مل کر اس ملک کو بچائیں، موجودہ خطروں اور اندیشوں میں اس کی کیا گنجائش ہے کہ علماء اس طرح دست وگریباں ہوں، یہ بات میں اپنے عقائد کے پورے تحفظ کے ساتھ کہتا ہوں الحمدللہ ایک شوشہ سے دست بردار ہونے کے لئے تیار نہیں، نہ عبادات کے مسائل میں، نہ اپنے عقائد کے اصول میں، کسی چیز میں کسی مفاہمت کے لئے تیار نہیں، ایک تو اپنا عمل ہے، اور ایک یہ کہ اکھاڑا بنا دیا جائے، عوام کو آلۂ کار بنایا جائے اور سارے ملک کو میدان جنگ میں بدل دیا جائے، ایک کانفرنس ہو رہی ہے یارسول اللہ کی اور ایک کانفرنس ہو رہی ہے محمد رسول اللہ کی، یہ جینے کی باتیں نہیں۔ (خطبات علی میاں ص ۸۰،۸۲ ج ۱)

عوام کے ساتھ ربط رکھئے

(ایک ضروری) بات یہ ہے کہ عوام کے ساتھ آپ کا رابطہ ہونا چاہئے، میں نے محسوس کیا کہ علماء کا عوام سے جو ربط ہونا چاہئے اس میں کمی ہے......عوام سے آپ کا ربط

بڑھنا چاہئے، ایسا نہ ہو کہ عوام آپ کے ہاتھ سے نکل جائیں۔(خطبات علی میاں ص۸۲ ج۱)

بڑے پیمانہ پر دینی مدارس ومکاتب قائم کیجئے

ہمارا اور آپ کا بنیادی کام یہ ہے کہ علم دین کو پھیلانے کے لئے یا مسلمانوں کو مسلمان باقی رکھنے کے لئے آئندہ نسلوں کے دین اور عقیدے اور تہذیب اور اسلامی تشخص کی حفاظت اور بقاء کے لئے بڑے پیمانہ پر دینی مکاتب اور مدارس قائم کریں، اپنے بچوں کو کفر وایمان کا فرق بتائیں، شرک وبت پرستی کی شناعت ان کے دل ودماغ میں بٹھادیں، اور اس بات کی ضمانت حاصل کریں کہ ہمارے بچے آئندہ اسلام پر قائم رہیں گے، اللہ تعالیٰ ہم سبھوں کو دین پر قائم ودائم رکھے۔ (خطبات علی میاں ص۱۹۶ ج۱)

اصلاح معاشرہ کا بھی کام کیجئے

ہمارے طلبہ اس کو سمجھیں (اور طے کریں کہ وہ لوگوں کو) اصلاح معاشرہ کا پیغام دیں گے، اصلاح اخلاق ومعاملات کی بھی ضرورت ہے، مسلمانوں کے اخلاق ومعاملات بہت بگڑ رہے ہیں، اس کو بھی درست کرنے کی کوشش کریں گے، معاملات بھی ٹھیک ہوں، اخلاق بھی صحیح ہوں، وہ شیریں گفتار ہوں، اور میانہ رفتار ہوں، اور دوسروں کے لئے نمونہ بنیں، شہری زندگی میں بھی نمونہ بنیں، یعنی وہ ایسا نمونہ بنیں کہ لوگ دور سے انہیں دیکھ کر کہیں کہ مسلمان ایسا ہوتا ہے، دور سے اس کی روشنی آتی ہے، وہ چمکتا ہے، جس طریقے سے پتھروں میں ہیرا چمکتا ہے اسی طرح مسلمان دوسری قوموں میں چمکتا ہے، یہ سب ان کی ذمہ داریاں ہیں۔ (ملت اسلامیہ کا مقام وپیغام ص۱۶۵)

علماء کا فرض اوران کی ذمہ داری

علماء کا فرض ہے کہ جس وقت بھی کوئی ایسی بدعت، کوئی منکر اور غیر مسلموں کی تقلید کی دعوت سامنے آئے تو صاف کہہ دیں کہ اسلام کا اس سے کوئی واسطہ نہیں، یہ اسلام کی روح اور تعلیمات کے منافی ہے، آج درگاہوں اور مزاروں پر جو کچھ ہو رہا ہے وہ زیادہ تر غیر مسلموں کی نقل ہے، ان اعمال و رسوم و بدعات کی تاریخ موجود ہے جن سے پتہ چل سکتا ہے کہ وہ کب اور کہاں سے شروع ہوئیں، اور ان کے محرکات کیا تھے...... خاص طور پر علماء کا فرض ہے کہ اس پر کڑی نظر رکھیں اسلامی معاشرہ میں کوئی ''راعنا'' (یعنی غیر اسلامی چیزیں) دبے پاؤں تو نہیں چلا آ رہا ہے؟ جہاں آئے وہیں اس کو روک دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو وصیت کرتے ہوئے صاف طور پر ارشاد فرمایا: **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهديين، تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ**، (میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی کرو جو ہدایت یافتہ تھے، اور اس پر مضبوطی سے ڈٹے اور جمے رہو۔ (خطبات علی میاں ص ۳۶۸ ج ۱)

قیامت میں آپ سے سوال ہوگا

حضرات! آپ علماء کرام ہیں، آپ زعماء قوم ہیں، آپ میں بڑے بڑے خطیب و مقرر ہیں، آپ انجمنوں کے بانی اور اس کے ستون ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ (یعنی آپ کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ اس کی فکر اور کوشش کریں کہ) اس سرزمین کی اسلامیت باقی رہے، یہ آپ کے ذمہ واجب ہے، کل حشر کا میدان ہوگا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہوں گے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ عدالت کی کرسی پر ہوگا، اور رسول صلی اللہ علیہ کا ہاتھ

ہوگا، اور آپ کا گریبان یا دامن ہوگا، آپ سے سوال ہوگا کہ اللہ نے اس سرزمین کو دولت اسلام سے مشرف کیا، اولیاء کرام کو وہاں بھیجا وہ اپنے کو خطرہ ڈال کر ااس وادی میں پہونچے انہوں نے خدا کا کلام اور پیغام وہاں کے باشندوں کو پہونچایا، پھر ہم نے اسلام کے پودے کوتن آور اور بارآور اور پرثمر درخت بنایا اور درخت سینکڑوں برس تک سرسبز شاداب اور پرثمر وسایہ دار رہا، ہزاروں مسجدیں بنیں، سینکڑوں مدرسے خانقاہیں قائم ہوئیں، جلیل القدر علماء ومحدثین وفقہاء پیدا ہوئے، لیکن تمہاری ذراسی غفلت وسستی یا اختلاف وانتشار یا کوتاہ نظری وکم نگاہی سے اسلام کا یہ باغ خزاں کی نذر ہو گیا۔ (خطبات علی میاں ص۲۰۴ج۵)

اللہ کے یہاں آپ سے باز پرس ہوگی

(اے عزیز طلباء!) اللہ کے یہاں (کل تم سے) سوال ہوگا کہ تم نے پڑھا تھا، تم کفر واسلام کا فرق جانتے تھے، اور تم حلال وحرام کا فرق جانتے تھے، تم سنت وبدعت کا فرق جانتے تھے، لیکن تم نے نہ کہیں ٹوکا نہ کہیں روکا، نہ کہیں تم نے اشارہ کیا نہ تم نے کہیں تبلیغ کی، اس کا جواب دو! تم نے کس لئے پڑھا تھا؟ کیوں سات برس لگائے تھے دارالعلوم دیوبند میں، مظاہر علوم (سہارنپور) میں، یا ندوۃ العلماء (لکھنو) میں، یہاں پڑھ کر آپ نے کیا حاصل کیا؟ خدا کے یہاں جواب دینا ہوگا کہ جو کچھ پڑھا تھا اس کا ہم نے کیا حق ادا کیا؟ حدیثوں میں صاف صاف آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ ہم نے تمہیں رزق دیا تھا اس کا کیا حق ادا کیا؟ ہم نے تمہیں دین کی سمجھ دی تھی اس کا کیا حق ادا کیا؟ زندگی دی اس کا کیا حق ادا کیا؟...... ہمیں چاہئے کہ پورے دین کو اپنی زندگی میں داخل کریں، اور پورے طور پر اس کی تعلیمات کے سانچے میں اپنی زندگی کو ڈھال دیں

تب ہی ہم دینی تعلیم کے تقاضے کی تکمیل کر سکتے ہیں۔ (ملت اسلامیہ کا مقام و پیغام ص۲۱۳)

اصلاح رسومات و بدعات میں مداہنت سے کام نہ لیجئے

(اے عزیز طلباء!) اب آپ سے رخصت ہونے سے پہلے میں ایک آخری چیز کہنا چاہتا ہوں جو اگر چہ آخر میں کہی جارہی ہے مگر وہ اہمیت میں کسی سے کم نہیں آپ کے اور ہمارے اسلاف کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے پورے مسلمانوں کی دینی حس اور مذہبی غیرت کی حفاظت کی اور وقت کے کسی فتنہ کے سامنے سپر نہیں ڈالی، انہوں نے بدعات ورسوم اور شعائر جاہلیت کے معاملے میں بھی مداہنت وتساہل سے کام نہیں لیا، آپ کے اسلاف میں حضرت مولانا محمد اسمعیل شہید اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی جیسے جبلِ استقامت اور نقیبِ شریعت گذرے ہیں جنہوں نے سب کچھ گوارا کیا مگر خلاف شریعت فعل اور کسی بدعت کے ساتھ رعایت نہیں برتی۔

(پا جا سراغ زندگی ص۱۱۹)

اپنے کو جمہور اہل سنت کے مسلک کا پابند رکھئے اس سے کبھی تجاوز نہ کیجئے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ فارغ ہونے والے طلبہ کو الوداعی نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

(ایک نہایت ضروری اور اہم) بات جو بہت تجربہ کی ہے وہ یہ کہ میں نے بھی

کتابیں پڑھی ہیں، اسلام کے مذاہب اربعہ اوران سے باہر نکل کر تقابلی مطالعہ کیا ہے، شاید کم ہی لوگوں نے اس طرح کا مطالعہ کیا ہو، ان تمام مطالعہ کے نچوڑ میں ایک گر کی بات بتاتا ہوں کہ جمہور اہل سنت کے مسلک سے کبھی نہ ہٹئے گا اس کو لکھ لیجئے، چاہے آپ کا دماغ کچھ بھی بتائے، آپ کی ذہنیت آپ کو کہیں بھی لے جائے، کیسی ہی قوی دلیل پائیں جمہور کے مسلک سے نہ ہٹئے۔

یہ وہ بات ہے جس کو ہمارے اور آپ کے استاد مولانا سید سلیمان ندویؒ نے اپنے بعض شاگردوں سے کہا جیسا کہ مولانا اویس صاحب نقل کرتے تھے اور سید صاحب سے ان کے استاد مولانا شبلی نے کہی تھی۔

بعض لوگ چمک دمک والی تحریر پڑھ کر دھوکہ کھا جاتے ہیں .....اور شہیدوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہیں علمائے سلف کا مذاق اڑاتے ہیں کہیں مفسرین ان کے تیر کا نشانہ بنتے ہیں، لہٰذا مسلک جمہور سے اپنے کو وابستہ رکھئے اس کا بڑا فائدہ ہوگا، اللہ کی خاص عنایت ہوگی اس کی نصرت اور برکت ہوگی اور حسن خاتمہ بھی ہوگا۔

(اپنے کو نیلام کی منڈی میں پیش نہ کیجئے ص:۲۰)

سلف صالحین سے حسن ظن رکھئے اوران کی کاوشوں کی قدر کیجئے

آپ کو علمی ذوق اور مطالعہ کا شوق بھی ہے اسلامی لٹریچر پڑھتے ہیں .....ایک بات میں اپنے تجربے کی بنا پر کہتا ہوں کہ آپ سلف صالحین اور امت کے ان لوگوں سے جنہوں نے اپنے دائرہ میں دینی وملی کام کیا ہے بدگمان نہ ہوں یہ بڑے خطرے کی بات ہے، یہ بات ہمارے ان بھائیوں میں بہت زیادہ پیدا ہوتی جارہی ہے جن کا سارا انحصار

مطالعہ پر ہے، وہ تنقیدی کتابیں اور مضامین پڑھتے ہیں تو ان کو ایسا نظر آنے لگتا ہے کہ کسی نے اسلام پر مکمل کام ہی نہیں کیا، ان کتابوں کے اثر سے وہ دینی خدمت کے ناپنے کے لئے ایک فیتہ بنا لیتے ہیں جس سے وہ ہر مصلح اور مجدد کو ناپتے ہیں جیسے فوج میں بھرتی ہونے والے رنگروٹ ناپے جاتے ہیں یہ صحیح نہیں، آپ کو معلوم نہیں کہ ان اللہ کے بندوں نے کن سخت حالات میں کام کیا۔

میں صاف کہتا ہوں کہ اسلام اب جو دنیا میں محفوظ ہے اور زندہ ہے اس میں سب کا حصہ ہے محدثین، فقہاء، صلحاء امت، اولیاء اللہ رحمہم اللہ سب کا اس میں حصہ ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ امام ابو حنیفہؒ کیا کرتے تھے؟ نماز روزے کے مسائل بتاتے تھے انہیں تو اسلامی خلافت وسلطنت قائم کرنی چاہئے تھی، تو صاحب خلافت تو قائم ہو جاتی لیکن آپ کو نماز پڑھنا کون سکھاتا؟ اور وہ خلافت کس کام کی جس میں نماز پڑھنا کسی نہ آتا ہو؟

یاد رکھئے! سب لوگ اپنے امکان واستطاعت کے مطابق دین کی خدمت اور اس کی حفاظت میں لگے ہوئے تھے، کوئی وعظ کہہ رہا تھا کوئی تقریر کر رہا تھا، اور کوئی حدیث پڑھا رہا تھا، کوئی فتوے دے رہا تھا اور کوئی کتابیں لکھ رہا تھا، اپنی اپنی جگہ اسلام کی خدمت اور مسلمانوں کی تربیت کا کام کر رہے تھے اور ہر ایک نے الگ محاذ سنبھال رکھا تھا۔

جن لوگوں نے اپنی جگہ بیٹھ کر اللہ کا نام سکھایا اور لوگوں کی تربیت کی ان کے کام کی تحقیر نہ کی جائے یہ کام انہوں نے کیا جن کو عرف عام میں صوفیائے کرام کہتے ہیں، آپ کو معلوم نہیں کہ صوفیائے کرام نے کیا خدمت انجام دی؟ انہوں نے اسلامی معاشرے کو زوال سے بچایا، اس کا میرے پاس ثبوت ہے۔ انہوں نے ایسا بنیادی کام کیا اگر وہ نہ

کرتے تو مادیت کا یہ سیلاب لوگوں کو بہا کر لے جاتا اور تنکے کی طرح امت اسلامیہ بہتی، انہی کی وجہ سے لوگ رکے ہوئے تھے، اور ہوس رانی نفس پرستی کا بازار گرم نہیں ہونے پاتا تھا، اور جو کوئی اس کا شکار ہو جاتا تھا تو فوراً اس میں احساس پیدا ہوتا تھا کہ ہم غلط کام کر رہے ہیں ان کے پاس آتا تھا، روتا تھا، استغفار کرتا تھا پھر یہ صوفیا و مشائخ کام کے آدمی بناتے تھے اور اپنی جگہ پر فٹ کرتے تھے۔ (خطبات علی میاں ص: ۱۴۳، ۱۴۵ ج ۳)

خبردار ایسی غلطی کا کبھی شکار نہ ہوئیے گا

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ارشاد فرماتے ہیں:

عزیز نوجوانو! تم اپنی دانش گاہ سے انشاء اللہ داعی اور مصلح، انشا پرداز اور مصنف اور قائد و رہنما بن کر نکلو گے، میں چاہتا ہوں کہ یہاں تم کو ایک نصیحت کرتا چلوں جو طویل مطالعہ کا حاصل اور تجربات کا نچوڑ ہے۔

خبردار! تمہاری تحریریں اور اسلام اس کے حقائق اور اس کے اصولوں کے پیش کرنے کا تمہارا انداز ہرگز قاری کو یہ تاثر نہ دینے پائے کہ مسلمان اس طول و طویل مدت میں مستقل جہالت کی تاریکیوں میں بھٹکتے رہے، اور دین کو صحیح طور پر نہ سمجھ سکے، جو کہ ہر زمانہ اور ماحول کا دین ہے اور اسی طرح قرآن کی بنیادی اصطلاحات اور تعبیروں کو سمجھنے سے بھی قاصر رہے کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس طویل مدت میں یہ کتاب غفلت اور جہالت کی نذر رہی، اس کے حقائق کو سمجھا نہیں جا سکا، اور نزول کے تھوڑی ہی مدت کے بعد اس سے استفادہ کا سلسلہ منقطع ہو گیا، یہ تصور قرآن کی آیت مبارکہ "**اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ**" (ہمیں نے اتاری ہے یہ نصیحت یعنی قرآن اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) کے بالکل خلاف ہے کیونکہ فضل و احسان کے موقع پر حفاظت کے وعدہ میں

اس کے مطالب کا فہم ،ان کی تشریح،اس کی تعلیمات پر عمل اور زندگی میں ان کا انطباق بھی شامل ہوتا ہے،اورایسی کتاب کی کیا قدر منزلت ہوسکتی ہے جو طویل مدت تک معطل پڑی رہے،نہ سمجھی جائے نہ اس پر عمل کیا جائے۔ (خطبات علی میاں ص:۱۶۴ج ۷)

ان کتابوں کا مطالعہ کیجئے

آخری بات یہ ہے کہ علم سے اپنا اشتغال رکھئے ،اپنے کوکبھی فارغ التحصیل نہ سمجھئے، ہمیشہ نئ اور پرانی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہئے خواہ آپ کہیں رہیں،قرآن مجید کی تفسیریں ،حدیث شریف کی شرحیں، تاریخ کی کتابیں اور جو کتابیں علم کلام پر اور صحیح عقائدکوپیش کرنے کے لئے صحیح طریقے پرلکھی گئی ہیں ان سب سے آپ کا ربط رہے،اور ان کا ہمیشہ مطالعہ کرتے رہئے۔ (اپنے کو نیلام کی منڈی میں نہ پیش کیجئے ص:۲۱)

☆سب سے بہتر کتاب ان میں ہے ’’**زاد المعاد فی هدی خیر العباد**‘‘ ابن قیم کی یعنی آخرت کی زادِراہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق ،اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کیا تھا،کس طرح آپ نماز پڑھتے تھے ،کسی طرح روزہ رکھتے تھے،کس طرح عبادات ،معاملات ،فرائض (ادا کرتے تھے)اور کس طرح آپ کھانا کھاتے تھے،شروع میں اللہ کا نام لیتے تھے،شکر کرتے تھے،اور کس طرح بیٹھتے تھے،کیا آداب ہیں۔

☆اس کے علاوہ اور بھی کتابیں قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ کی،حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتابیں ہیں ،حضرت شیخ الحدیث (مولانا محمد زکریاؒ) کی کتابیں ہیں،ہماری کتاب ’’دستور حیات‘‘ ہے تو انہیں دیکھا جائے پڑھا جائے ،ہم

دیکھیں کہ کون سا کام کس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے اسی طرح کرنے کی کوشش کی جائے۔ (خطبات علی میں ص:۲۷۲ج ۷)

☆حضرت تھانوی قدس سرہ کا رسالہ دیکھئے ''جزاء الاعمال'' اس میں دیکھئے کہ کن کن اعمال پر کیا کیا اثرات شریعت کی طرف سے بتائے گئے ہیں کہ اس کی یہ نحوست آج دیکھ رہے ہیں ہم دنیا میں، اس پر ہمارا ایمان ہے (اس کتاب کے دیکھنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ) بعض گناہ ایسے ہیں جن سے وبائیں پیدا ہوتی ہیں، بعض گناہ ایسے ہیں جن سے رزق کی برکت اٹھ جاتی ہے، بعض گناہ ایسے ہیں ان سے موتیں جلدی ہونے لگتی ہیں، زندگیاں کم ہوتی ہیں۔ (تحفہ دین ودانش ص:۱۰۹)

☆مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کی مقبول ومشہور اور مؤثر ترین کتاب ''علماء سلف'' اور'' نابینا علماء'' ان ممتاز تصانیف میں سے ہیں جو ہر پڑھنے والے کو متأثر کرتی ہیں خواہ وہ استاد ہو یا طالب علم یا ایک عام آدمی۔

تحصیل علم میں علوّ ہمت، عزیمت اور ذوق علم پیدا کرنے میں مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی کی کتاب علماء سلف (اہم کتاب ہے) میرے نزدیک ہر سچے طالب علم کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے، اور اس کو حرز جاں بنا کر رکھنا چاہیئے۔

(علماء سلف مقدمہ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ص:۱۷، مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں ص:۱۹۶)

☆مولانا یوسف صاحبؒ کی مقبول ترین کتاب ''حیات الصحابہ'' آپ ضرور پڑھیں، اس میں صحابہ کرام کے موثر اور طاقت ور ترین واقعات ہیں اس کتاب کے پڑھنے سے احساس کمتری کے دور کرنے میں مدد ملے گی۔

☆مولانا سید سلیمان ندویؒ کی ''خطبات مدراس'' کا ضرور مطالعہ رکھیں، اس کے

ساتھ صحابہ کرام خلفاء راشدین کی سیرت پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں انہیں اپنے مطالعہ میں رکھیں۔

☆ علامہ شبلی کی ''الفاروق''، مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی کی ''سیرت الصدیق'' ،اور ہماری حقیر تصنیفات میں ''المرتضٰی'' ، ''ماذا خسر العالم''اور اس کا ترجمہ ''انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر''''مسلمان ممالک میں اسلامیت ومغربیت کی کشمکش'' ضرور پڑھیں، یہ وہ بنیادی کتابیں ہیں جو آپ کے ذہن سے اپنے نظام تعلیم ،نظام فکر، اور اس سے آگے بڑھ کے اسلامی تعلیمات اور اسلامی ہدایات کے بارے میں اگر احساس کمتری ہے اس کو دور کریں گے۔

☆ ہمارا رسالہ ''اسلامی بیداری کی لہر'' یا عربی تحریر شدہ ''الصحوۃ الاسلامیہ'' ضرور پڑھیں اس وقت دینی جماعتوں میں کیا کمزوریاں ہیں مسلمانوں کے کیا طبقات ہیں اور ان کی ضرورتیں کیا ہیں ان کی عقلی مدارک کیا ہیں اور کس زبان اور کس مواد کی روشنی میں ان سے بات کرنی چاہئے ،اور کس لہجہ میں ان سے خطاب کرنا چاہئے۔

☆ تاریخ دعوت وعزیمت کے پانچوں حصے بھی آپ پڑھیں ،میں بغیر کسی تواضع اور معذرت کے کہتا ہوں یہ اپنے موضوع پر بالکل منفرد کتاب ہے، ابھی تک کسی اسلامی زبان میں اس طرح تاریخی تسلسل ، دینی و تاریخی ،نقطہ نظر اور بحث اور تحقیق کے ذریعے پھر موثر طریقے سے مصلحین امت اور مجددین ملت کا تذکرہ نہیں لکھا گیا، آپ کو چونکہ دعوتی کام کرنا ہے اس لئے ان کتابوں کو پڑھنے سے آپ کی ذہن سازی ہوگی اور آپ کو فکری غذا فراہم ہوگی۔ (خطبات علی میاں ص:۲۱۱،۲۱۳ ج ۶)

الوداعی نصیحت

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے ارشاد فرمایا:

میں مختصر وقت میں چند ضروری اور وداعی باتیں کرنا چاہتا ہوں! یوں تو وقت کا کوئی اعتبار نہیں لیکن چونکہ یہ الوداعی جلسہ ہے اس لئے آپ سے وہی باتیں کروں گا جو میرے اپنے عقیدے اور اپنے تجربے اور مطالعہ کے لحاظ سے مفید ہیں اور میں جن کو آپ کے لئے مفید سمجھتا ہوں، (ان باتوں کو) سرسری نہ سمجھئے گا یہ ہزاروں صفحات کے مطالعہ کا نچوڑ ہے۔ اگر چہ خودستائی ہے اور اس میں کوئی فضیلت نہیں ہے محض اپنی بات میں اہمیت پیدا کرنے کے لئے کہتا ہوں کہ بہت کم لوگوں کو علماء سلف اور علماء معاصرین اور درمیانی دور کے علماء خاص طور پر ہندوستان کے علماء کے تراجم پڑھنے کا موقع ملا ہوگا جتنا مجھے ملا، علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کی خدمت میں رہنے کا موقع بھی نصیب فرمایا۔

سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ درست ہو، کسی درجہ میں تقویٰ، دیانت داری اور تعلق مع اللہ ہو یا اس کی فکر ہو، یہ ایسی بنیادی بات ہے کہ جس کے بغیر نہ کسی کام میں برکت ہوتی ہے نہ حرکت اور اس کا حقیقی نفع اسی وقت ہوگا جب خدا اور رسول ﷺ کے ساتھ معاملہ درست ہو۔

میں یہ نہیں کہتا کہ آپ سب کے سب شب بیدار بن جائیں صوفی اور عارف باللہ ہو جائیں یہ ہر شخص کے لئے ضروری نہیں۔ لیکن جو ضروری حصہ ہے وہ یہ ہے کہ ایک حد تک تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ صحیح ہو اور اس کی فکر ہو۔ اور اپنی نمازوں کی فکر ہو دعا کا ذوق ہو اور انابت الی اللہ کسی نہ کسی درجہ میں ضرور ہو۔ یہ سب سے اہم اور بنیادی چیز ہے اسے کبھی بھولنا نہیں چاہئے، اور اس کے حصول کے بہت سے ذرائع ہیں ان میں سے ایک تو یہی ہے کہ کتاب وسنت اور فقہ کا مطالعہ کریں اور اس کے مطابق اپنی نمازوں کو بہتر بنانے کی کوشش کریں اس کے علاوہ سب سے مؤثر چیز یہ ہے کہ بزرگان دین

کے حالات پڑھیں اور اگر اللہ تعالیٰ نصیب کرے تو کسی بزرگ کی صحبت اختیار کریں۔

میں بے تکلف کہتا ہوں کہ اس سلسلہ میں سب سے بہتر اور مفید حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتابیں خاص طور سے ان کے ملفوظات ومواعظ ایک اچھا اثر رکھتے ہیں میں نے الحمد اللہ ساری ندویت، اپنے تمام ادبی ذوق اور تاریخی بلکہ انتقادی ذوق کیساتھ ان سے فائدہ اٹھایا ہے اور آپ کو بھی مشورہ دیتا ہوں اس سے آپ کو اپنی جاہ طلبی، حب مال اور معاملات میں کوتاہی کا علم ہوگا، اور خاص طور پر اخلاق کی اصلاح اجتماعی کاموں کی اہمیت پر ان کے یہاں بڑا زور دیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر ان سے یہ کام لیا ہے آپ اس کی طرف ضرور توجہ دیں آپ کے اندر اس کی کوئی مقدار ضرور ہونی چاہئے۔

یہ باتیں ہیں جن کو میں شاید زیادہ مؤثر طریقہ سے نہ کہہ سکا لیکن آپ انہیں حقائق سمجھیں، اور یہ مطالعہ اور تجربہ کا ماحصل ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان باتوں تک پہونچا ہوں اور آپ تک بطور امانت اور وصیت منتقل کرتا ہوں۔

(اپنے کو نیلامی کی منڈی میں نہ پیش کیجئے ص ۱۴، ۱۵، تعمیر حیات ۲۵/ مارچ ۱۹۸۸ء)

مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ بہت بڑے بزرگ تھے، اور باتیں بھی بڑی دلچسپ کرتے تھے، ایسی تقریر کرتے تھے کہ منھ سے پھول جھڑتے تھے۔

زندگی کو اسلامی قالب میں ڈھالنے اور صحیح مقاصد زندگی معلوم کرنے کے لئے ...... حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے مواعظ وملفوظات کا مطالعہ کیا جائے۔ (ملت اسلامیہ کا مقام و پیغام ص ۱۴۰، سلاسل اربعہ، ص ٦)

فارغ ہونے والے طلبہ کے لئے
شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب دامت برکاتہم کی
چند اہم نصیحتیں

(مکتوب) بخدمت گرامی مرتبت حضرت مولانا محمد یونس صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج سامی بعافیت ہوں گے، بندہ رضوان محمد رافع متعلم دارالعلوم الاسلامیہ عربیہ بھروچ گجرات اس سال دورہ حدیث کی تکمیل کر کے آئندہ مہینہ سند فراغت اور دستار فضیلت پا رہا ہے، الحمدللہ علی ذلک ، بعدہ وطن کے لئے عازم ہے، لہٰذا آنحضرت مدظلہ سے عرض ہے کہ ادعیہ صالحہ اور نصائح غالیہ سے نوازیں، شکریہ والسلام مع الاحترام۔

(جواب) عزیزم سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عزیز من! آپ نے دین کا علم پڑھا ہے اس لئے آپ اپنے اسی کو منتخب کریں، اسی کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کریں، چند باتیں لکھتا ہوں اور اپنے اور اپنے دوستوں کے لئے پسند کرتا ہوں:

(۱) تصحیح نیت واخلاص کا اہتمام۔

(۲) اتباع سنت پر مداومت۔

(۳) معاصی سے کلی اجتناب اور مواقع معاصی سے حتی الوسع دوری۔

(۴) تعلیم دین سے اشتغال اور اشاعت دین کی مکمل فکر۔

(۵) تبلیغ سے حتی الوسع ربط۔

(۶) تزکیہ واصلاح کی غرض سے اہل اللہ سے تعلق اور ان کی ہدایات پر عمل۔

(۷) اصلاح فیما بین المسلمین کا اہتمام اور منازعت سے کلی گریز۔

(۸) قدرے نوافل کا اہتمام۔

(۹) اپنے اندر اللہ پاک کی محبت پیدا کرنے کی فکر۔

محمد یونس مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/ ۷/ ۱۴۱۱ھ

دوسرا مکتوب: عزیزم سلمہ............السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دین سیکھنا اور اس پر عمل کرنا اور دوسروں کو سکھانا سبھی ضروری ہے تدریس وتعلیم میں بھی مشغول رہنا چاہئے اور حسب استطاعت تبلیغ میں بھی حصہ لینا چاہئے حدیث پاک میں ہے: ''**إن اللّٰه تعالی لم یبعثنی معنتا ولامتعنتا ولکن بعثنی معلماميسرا**''

رواہ احمد (۳/ ۳۲۸) ومسلم (۱/ ۴۸۰) عن جابر، مسند دارمی سنن ابن ماجہ ص: ۲۱ میں عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث میں **إنما بعثنی مُعلِّمًا** ہے۔ دیکھو مشکوۃ ص: ۳۶۔

مسند احمد میں ۴/ ۱۰۱ حضرت معاویہ کی حدیث میں ہے **إنما انا مبلغ والله یهدی**، (مسلم ۱/ ۴۸۲) ترمذی ۴/ ۲۰۵ میں حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے:

إن الله أرسلني مبلغا ولم یرسلني متعنتا ہے یہ مسلم کے الفاظ ہیں، ترمذی کے الفاظ: **إنما بعثني الله مبلغا ولم یبعثني متعنتا** ہیں **وفي سنده انقطاع.**

العبد محمد یونس عفا اللہ عنہ (شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ کی بخاری شریف کی تین سندیں سند القرأت وسند الاجازۃ

سند کی تعریف

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں:

سند و اِسناد نام ہے طریق العلم والنقل کا یعنی نیچے اوپر کے ان وسائط کا جن سے زمانہ گذشتہ یا موجودہ کی کوئی بات معلوم ہو یا نقل کی جائے، دیکھو! ہم کتابوں کو جن لوگوں سے واسطہ در واسطہ نقل کرتے ہیں یہی وسائط ہماری اسانید ہیں، اور واسطوں کی یہ سلسلہ وار کڑیاں نسب کی کڑیوں جیسی ہیں، اس لیے اسانید کو انساب المرویات کہنا زیبا ہے خواہ وہ احادیث مرفوعہ ہوں یا آثار غیر مرفوعہ۔ بعض علماء نے کتابوں کی اسانید کے متعلق خصوصیت سے فرمایا: **الأسانید أنساب الکتب**، یہاں ہم کو بخاری شریف کا یہی نسب نامہ یا بلفظ معروف اس کی اسانید ذکر کرنا ہے۔

بخاری شریف کی ہماری کئی سندیں ہیں یہاں صرف تین ذکر کی جاتی ہیں، ان میں سے ایک اسناد القراءت ہے اور دوسری اسانید الاجازہ ہیں۔

پہلی سند: میں نے بخاری شریف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی ثم المدنی سے پڑھی، پھر ان کی تین سندیں ہیں دو قراءت کی؛ ایک اجازت کی، جیسے سماع وقراءت سے نقل جائز ہے اسی طرح حسن بصری، زہری، مالک، شافعی، احمد، ذہلی، بخاری ومسلم، ابن خزیمہ اور جمہور علماء کے نزدیک اجازت سے بھی جائز ہے۔ (کفایہ ۳۱۱، ۳۱۳)

(۱)(حضرت شیخ کی پہلی سند) حضرت نے پڑھی اپنے والد ماجد مولانا یحییٰ صاحب سے انہوں نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے، انھوں نے شاہ عبد الغنی محدث دہلوی ثم المدنی سے انھوں نے اپنے والد شاہ ابوسعید اور شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی ثم المکی سے۔

(۲)(حضرت شیخ کی دوسری سند) حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ثم المدنی سے انھوں نے حضرت مولانا مظہر نانوتوی سے انھوں نے حضرت شاہ عبد الغنی سے جن کی سند بیان ہو چکی اسی طرح مولانا محمد مظہر حضرت شاہ اسحاق سے براہ راست بھی روایت کرتے ہیں، اور یہ جو مشہور ہے کہ مولانا محمد مظہر نے مولانا مملوک العلی سے اور انھوں نے مولانا رشید الدین خاں البخاری سے پڑھی ہے، اس کی کوئی معتمد اصل نہیں۔

(۳) حضرت مولانا زکریا کو اجازت حاصل ہے مولانا عنایت الٰہی سہارنپوری سے اور انھوں نے دو مشائخ سے پڑھی ایک مولانا مظہر نانوتوی جن کی سند بیان ہو چکی دوسرے مولانا احمد علی محدث سہارنپوری، انھوں نے بخاری شریف اور دیگر کتب حدیث پڑھی ہیں شاہ اسحاق صاحب سے، اسی طرح اپنے تایا مولانا وجیہ الدین سہارنپوری سے انھوں نے مولانا عبد الحی بڈھانوی سے، انھوں نے شاہ عبد القادر دہلوی صاحب موضح القرآن سے۔

حضرت شیخ مدظلہ کی دوسری سند

میں نے بخاری شریف کی اجازت حاصل کی حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب سابق ناظم مظاہر علوم سے ان کی دو سندیں ہیں ایک قراءت کی دوسری اجازت کی ان کی سند القراء ت وہی ہے جو حضرت شیخ کی قراءت کی سند اول ہے اور ان کی سند اجازت اس طرح ہے مولانا اسعد اللہ صاحب روایت کرتے ہیں علی طریق الاجازۃ العامۃ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے اور ان کو اجازت حاصل ہے مولانا فضل رحمٰن گنج

مرادآبادی سے انھوں نے بخاری شریف اور دیگر کتب حدیث شاہ اسحاق صاحب سے پڑھیں اور کچھ براہ راست شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے پڑھا ہے یہ سند بہت عالی ہے۔

حضرت شیخ مدظلہ کی بخاری شریف کی تیسری سند

مجھ کو بخاری شریف کے آخری باب اور حدیث کی قراءت اور بقیہ کی اجازت حاصل ہے مولانا فخر الدین مرادآبادی سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند سے اور وہ روایت کرتے ہیں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی سے وہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم سے وہ شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی سے وہ اپنے والد شاہ ابوسعید اور شاہ اسحاق سے، ان دونوں نے اور اسی طرح شاہ عبدالقادر نے پڑھی ہے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے، انھوں نے اپنے والد مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور اپنے ماموں مولانا محمد عاشق صاحب پھلتی سے۔

اور ان دونوں نے پڑھی ہے شیخ ابوطاہر کردی مدنی سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے والد شیخ ابوابراہیم کردی سے وہ شیخ احمد بن محمد قشاشی سے وہ شیخ ابوالمواہب احمد بن عبدالقدوس شناوی سے وہ شیخ شمس الدین احمد بن محمد الرملی سے وہ شیخ الاسلام ابویحییٰ زکریا بن محمد الانصاری سے وہ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی سے وہ ابراہیم بن احمد تنوخی سے وہ ابوالعباس احمد بن ابی طالب الحجار سے وہ سراج الدین حسین بن مبارک الزبیدی الحنبلی سے وہ شیخ ابوالوقت عبدالاول بن عیسی بن شعیب الہروی سے وہ شیخ ابوالحسن عبدالرحمٰن بن محمد بن مظفر الداودی سے وہ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن حمویہ السرخسی سے وہ ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بن بشر الفربری سے، وہ مؤلف کتاب أمیر المومنین في الحدیث إمام ابو عبد الله محمد بن

إسمعيل بن إبراهيم البخاري رضى الله عنه سے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ کی مسلم شریف کی سند

أخبرنا شيخنا العلامة المحدث مولانا منظور أحمد السهارنفوري رحمه الله تعالى المتوفى ليلة الإثنين لسبع بقين من جمادى الأولى سنة ثمان وثمانين وثلث مائة وألف بقراءة أكثره مني وقراءة بعضه من غيري وأنا اسمع وذلک في عام واحد من أواخر شوال سنة تسع بتقديم التاء وسبعين الى أواخر شعبان سنة ثمانين .

وأخبرنا شيخنا العلامة البحر شيخ الحديث مولانا محمد زكريا الكاندهلوي ثمّ المهاجر المدني في شوال سنة سبع وثمانين بعد الألف والثلث مائة بقراءة أوله والباقي إجازة حين انتقل بأمره ومشاورته مع شيخنا محمد أسعد الله مدير المدرسة إِقراء صحيح مسلم إلى هذا العبد المسكين في مدرسة مظاهر العلوم بسهارنفور فبدأت في تدريسه من ذلک الوقت في أوائل شعبان.

وهما قرءا على مولانا العلامة المحدث خليل أحمد السهارنفوري ثم المهاجر المدني شارح أبي داؤد وهو قرأ على محمد مظهر النانوتوي وهو سمع على الشاه عبد الغنى وهو عن أبيه أبي سعيد والشاه إسحاق.

وقيل : إن مظهر النانوتوي قرأ على مولانا مملوك العلى وهو علىٰ مولانا رشيد الدين خان البخاري ولكن أنكر بعض الماهرين ثبوت هذا الإسناد وأنه لم يثبت تدريس الحديث عن مولانا مملوك العلي.

وإن سلمنا ثبوته فأبوسعيد والشاه اسحق ورشيد الدين يروون عن الشاه عبد العزيز قراءةً عليه وهو عن أبيه الشاه ولى الله وخاله مولانا محمد عاشق الفلتي بضم ففتح كلاهما عن أبي طاهر الكردي عن أبيه إبراهيم الكردي عن الشيخ سلطان بن أحمد المزاحى عن الشهاب أحمد بن خليل السبكي عن النجم الغيطى عن الزين زكريا عن الحافظ بن حجر العسقلاني عن الشيخ صلاح الدين بن أبي عمر المقدسي عن الشيخ فخر الدين أبي الحسن على بن أحمد بن عبد الواحد المقدسي المعروف بابن البخاري عن الشيخ أبي الحسن مويد بن محمد الطوسى عن فقيه الحرم أبي عبد الله محمد بن فضل بن أحمد الفراوي – بالضم – وقيل للفراوي ألفُ راوٍ عن الإمام أبي الحسين عبد الغافر بن محمد الفارسى عن أبي أحمد محمد بن عيسى الجلودي – بالضم– النيسابوري عن أبي إسحاق إبراهيم بن محمد بن سفيان الفقيه الجلودي عن صاحب الكتاب الإمام مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري.

بندہ محمد یونس

اس کتاب کی خصوصیت

پیش نظر کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں متعدد کبار علماء ومحدثین اور مشائخ کی اس سلسلہ کی تقریریں جمع کردی گئیں ہیں، اور یہ کام عزیز گرامی مولوی مفتی محمد زید ندوی مظاہری سلمہ نے کیا ہے، جن کو اس کام سے شروع سے مناسبت رہی ہے،

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات، مواعظ اور ملفوظات کو کھنگال کر انہوں نے جس طرح مختلف موضوعات پر کتابیں مرتب کی ہیں یہ ان کا بڑا کارنامہ ہے، اس طرح انہوں نے دسترخوان سجا کر پیش کردیا ہے، ان کا حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رہا ہے اور ان ہی کی سرپرستی میں انہوں نے یہ کام انجام دیا، اب وہ خود قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریروں اور دروس پر بھی کام کررہے ہیں، یہ سلسلہ بھی بڑی حدتک اسی کی کڑی ہے، لیکن اس میں انہوں نے مولانا محمد یونس صاحب جونپوری (شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور) کی بھی ایک تقریر شامل کردی ہے، اور اسی طرح خال معظم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی بعض تحریریں جو اس موضوع پر تھیں شامل کتاب کرلی ہیں، اس طرح اس کی افادیت دوچند سہ چند ہوگئی ہے۔

میں عزیز موصوف کو مبارک باد دیتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس کام کو بھی قبول فرمائے اور مفید بنائے۔

محمد رابع حسنی ندوی